صرف احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کے لیے

انٹرنیشنل

مدیر: مدثر عزیز

قیمت فی پرچہ -/5 یورو

فون: +49-308735703

Email: generalsecretaryaaiil@gmail.com

احمدیہ انجمن لاہور (جرمنی) کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

جلد نمبر 02 | 4 شعبان تا 4 رمضان 1438 ہجری یکم مئی تا 31 مئی 2017ء | شمارہ نمبر 9-10

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

اصل نماز وہی ہے جس میں اِنسان خدا کو دیکھتا ہے

دیکھو یہ بات انسان کی فطرت میں ہے کہ خواہ کوئی ادنےٰ سی بات ہو جب اس کو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خواہ نخواہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ اسی طرح پر جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کر لیتا ہے اور اس کے حسن واحسان کو پسند کرتا ہے تو دل بے اختیار ہو کر اسی کی طرف دوڑتا ہے اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اصل نماز وہی ہے جس میں انسان خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزا اسی دن آسکتا ہے جبکہ سب ذوق اور شوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے تمام لذت اور ذوق دُعا ہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو! کوئی آدمی کسی کی موت وحیات کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا۔ خواہ رات کو موت آجاوے یا دن کو، جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامراد جاتے ہیں وہاں ان کے لئے خزانہ نہیں ہے جس سے وہ لذت اور خوشی حاصل کر سکیں۔

انسان جس لذت کا خوگر اور عادی ہو جب وہ اس سے چھوڑائی جاوے تو وہ ایک دُکھ اور درد محسوس کرتا ہے اور یہی جہنم ہے۔ پس جبکہ ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس کرنے والا ہو تو ایک دن یہ ساری لذتیں تو چھوڑنی پڑیں گی۔ پھر وہ سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ لیکن جس شخص کی ساری خوشیاں اور لذتیں خدا میں ہیں اس کو کوئی دُکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہوسکتی۔ وہ اس دنیا کو چھوڑتا ہے تو سیدھا بہشت میں ہوتا ہے۔" (اخبار الحکم جنوری ۱۹۰۳ء)

اداریہ

رمضان المبارک اور اس کے تقاضے

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہم پر وہ ماہِ مبارک سائیہ فگن ہو چکا ہے جس کو حدیث میں ''شہراللہ'' یعنی اللہ کا مہینہ کہہ کر پکارا گیا ہے۔ یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے ممتاز اور جدا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تجلیات خاصہ اس مہینہ میں موسلا دھار بارش سے بھی بڑھ کر برستی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں مغفرتوں، رحمتوں اور نجات کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اس مہینہ میں گناہوں میں ڈوبے، ظلمات میں غرق، کثافتوں اور آلائشوں میں لتھڑے لوگ پاکیزگی اختیار کرتے ہیں۔ اس کا اوّل حصہ رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی کی نوید لیے آتا ہے۔ نبی صادق حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے ارشادِ گرامی کے مطابق ''اس ماہ میں شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے، دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اے نیکی کے طالب آگے بڑھ کہ نیکی کا وقت ہے۔ بدی کے چاہنے والے بدی سے رک جا اور اپنے نفس کو گناہوں سے باز رکھ کیونکہ یہ وقت گناہوں سے توبہ کرنے اور ان کو چھوڑنے کا ہے اور یہ وقت اللہ کے لئے ہے اسی کے لئے اس کو مخصوص کر'' اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''الصوم لی وانا اجزی بہ'' کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا'' یعنی اس ماہ مبارک کے روزہ کے عظیم فریضہ کو ربِ ذوالجلال نے اپنی طرف منسوب کیا کہ یہ بندہ میرے لئے روزہ رکھتا ہے تو میں ہی اس کو اجر دوں گا۔ روزہ دار کی منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ یعنی روزہ کی برکت سے ایک کمزور اور بے بس انسان، اللہ رب العزت جو کائنات کا واحد و یکتا مالک ہے اس کا محبوب ٹھہر جاتا ہے۔ رمضان کی ان تمام فضیلتوں کے پیش نظر ایک مسلمان پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کو اللہ کی مرضی و منشاء کے مطابق گزارنے کی کوشش کرے۔ رمضان ایک مومن سے جو تقاضے کرتا ہے اس میں صرف صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور خواہش نفس کو پورا کرنے سے رکنا ہی شامل نہیں بلکہ ہر اس عمل سے باز رہنا بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ اور اس کے حکم کے خلاف ہے۔ اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی اختیار کر کے صرف بھوکا پیاسا رہنا ایسا امر نہیں جس سے خدا کو راضی کیا جا سکے۔ اگر کوئی اس ماہ کی برکتوں، رحمتوں اور نعمتوں سے متمتع ہونا چاہتا ہے اور اللہ کی رضا کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ روزہ کے ساتھ ساتھ خدا کی قائم کردہ حدود کی پاسداری کرنے کو بھی اپنی زندگی کا حصہ بنائے۔ رمضان کی ان بابرکت ساعتوں میں کوئی لمحہ ضائع اور بے کار نہ جانے دے۔ شب و روز کے اوقات کو صالح اعمال کے ساتھ مزین اور معمور رکھے۔ لغو سے اعراض کرتے ہوئے نفلی عبادات و ریاضتوں کا بھی اہتمام کرے۔ اپنی حاجات بشریہ کو پورا کرنے کے لئے ایمانداری سے کاروبار میں بھی مشغول رہے لیکن اس کے ساتھ اپنے اوقات میں سے کچھ وقت قرآن مجید سے تعلق قائم کرنے میں بھی خرچ کرے۔ یہی وہ صورتیں ہیں جن کو اختیار کرنے سے رمضان کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احسن طور پر اس ماہ کے فیوض سے بہرہ مند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیغامِ رمضان

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مئی جون 2017ء 1438 ہجری

ترجمہ:''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں۔میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں، پس چاہیے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں۔'' (سورۃ البقرہ آیت 186)

اللہ کے فضل سے ہمیں وہ ماہ پھر سے میسر آیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کی جاسکتی ہے اور عبادات کے ذریعہ اس سے وہ تعلق جوڑا جاسکتا ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ بندے کے قریب ہے، اس کی دعا کو سنتا ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے بشرطیکہ بندہ مکمل ایمان رکھے اور صحیح راہ پر چلے۔ یہ وہ راہ ہے جس کا ہم سورۃ الفاتحہ کے ذریعہ ہر رکعت میں اهدنا الصراط المستقیم کے ذریعہ دعا مانگتے ہیں۔

اس راہ پر چلنے کے لئے ہمیں تقویٰ کی ضرورت ہے اور روزہ رکھنا تقویٰ حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ماہ میں عبادات کرنے کی توفیق اور ان کی قبولیت عطا فرمائے۔ ہمیشہ کی طرح ہمیں اپنی جماعت اور اسلام کی حفاظت اور اس کے فروغ کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دنیا میں امن کے لئے خصوصی دعائیں کریں اور قرآن کریم کو سننے اور سمجھ کر پڑھنے اور اس کی احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عبادات کو قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں اپنا قرب عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ (سابقہ شمارہ سے)

تقریر برموقع دورہ سنگاپور

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 15 اپریل 2017ء

میں نے ذکر کیا تھا کہ اکثر لوگ مقطعات کا مطلب بیان نہیں کرتے اور احادیث کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقطعات بھی اپنے اندر معنی رکھتے ہیں اور یہ کہ یہ حروف الفاظ کے قائم مقام ہیں مثلاً 'الٓمٓ' کے معنی حضرت ابن عباسؓ سے 'انـا اللّٰـہ اعلم' مروی ہیں یعنی اللہ بہت جاننے والا ہے۔ مختلف تفاسیر میں مقطعات کے مختلف معنی درج ہیں۔ ایک نظریہ کے مطابق مقطعات کا استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے منکرین کو چیلنج کیا ہے کہ حروف تہجی کے ذریعہ ہم نے قرآن مرتب کیا ہے تو آپ بھی چاہو تو انہی حروف تہجی سے اس کے مانند کلام لے آؤ۔ قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 123 میں آتا ہے **"اور اگر تمہیں اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر اُتارا ہے تو ایک سورۃ اس جیسی لے آؤ۔۔۔۔"** قرآن کے اس دعویٰ کا مقابلہ آج تک نہیں کیا جاسکا اور یہ قرآن کی سچائی کا ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ کی آیت 25 میں فرماتا ہے:

"جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں ان کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جب کبھی ان کو ان میں سے کوئی پھل رزق دیا جائے گا تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا، اور انہیں ملتا جلتا (رزق) دیا جائے گا۔"

جنت میں رزق اور پھل ملنے کا مفہوم

اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے بھی قدرتی مشاہدات جو دیکھے جانے ممکن ہیں ان کی مثال دی ہے اور ساتھ ہی فرمادیا ہے کہ جنت میں جو رزق انسان کو ملے گا وہ اس سے ملتا جلتا ہوگا جو اس دنیا میں ایمان لانے والے اور اچھے عمل کرنے والوں کو نصیب ہو چکا ہوگا اور یہ رزق وہ ہے **جو وہ لوگ اسی جہاں میں چکھ لیتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب، اس کی دوستی، اس کی طرف سے سچی خوابیں، الہامات اور کشوف کا آنا۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی زندہ** ہستی پر اُسے **یقین ہوتا ہے گویا کہ وہ خدا کو اسی جہاں میں روحانی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے۔** ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نور کو اسی جہاں میں پالیتے ہیں اور انہی کو اللہ تعالیٰ اپنے ولی کہتے ہوئے سورۃ البقرہ کی آیت 257 میں فرماتا ہے: **"اللہ ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے وہ ان لوگوں کو سخت اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔"** جس نور کی طرف اللہ اندھیروں سے نکال کر ان لوگوں کو لاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا نور ہے۔ یہاں واحد کا صیغہ استعمال کر کے اللہ نے فرمایا کہ وہ واحد ہے۔ اس نور کو پانے کے لئے قرآن کریم پر عمل اور رسول کریم صلعم کے نیک نمونہ پر چلنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ کتنا ہی عزت کا مقام ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ انسان کو اپنا ولی یا دوست کہہ کر پکارے۔ اس دنیاوی زندگی میں اگر کسی کی دوستی یا تعلق کسی معمولی افسر سے بھی ہو جائے تو وہ کتنا فخر محسوس کرتا ہے۔ تو پھر اللہ کی دوستی کتنی کامیابی ہے اور وہ بغیر محنت اور مشقت کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ **وہ اللہ جو پوری کائنات میں نہیں سما سکتا جب وہ کسی کو پسند فرماتا ہے تو اس کے دل میں سما جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ حقیقت ہے، زندہ ہے اور آج بھی اپنے بندوں سے کلام فرماتا ہے۔** اس پر جن لوگوں کو آج

یقین نہیں رہا وہ خدا سے دور ہیں کیونکہ یہی واحد ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے زندہ ہونے کا ثبوت ہے ۔ آج سے کچھ سال پہلے ٹائمز(Times)اور لائف (Life) رسالوں کے سرورق پر یہ لکھا پایا گیا کہ نعوذ باللہ ''کیا خدا مر چکا ہے؟'' (Is God Dead?)۔ یہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ لوگوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب خدا بولتا نہیں ۔ جب بولے گا نہیں تو ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ وہ زندہ ہے ۔ **باقی مذاہب میں تو اس کے بولنے کا تصور ہی نہیں مگر افسوس کہ مسلمانوں نے بھی خدا کے بولنے پر یقین چھوڑ دیا کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ اس کے بولنے پر یقین کرنے سے یہ ماننا ہوگا کہ اب بھی وحی نبوت جاری ہے ۔ یہ تصور سراسر غلط ہے** کیونکہ وحی نبوت یقیناً منقطع ہو چکی ہے مگر خدا کا بولنا وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ہے اور وہ اسی طرح ہے جیسے قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کا لفظ شہد کی مکھی کے لئے بھی استعمال کیا ہے ''**اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی ۔۔۔**'' (سورۃ النحل آیت 68)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ساتھ بھی کلام کیا ۔ یہ کلام آج بھی اللہ تعالیٰ کی سنت میں شامل ہے ۔ اللہ تعالیٰ انسان سے آج بھی بولتا ہے جیسے کہ اللہ سورہ الشوریٰ کی آیت 51 میں فرماتا ہے:

''اور کسی بشر کے لئے یہ میسر نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا رسول بھیجے ۔ پس اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے وہ بڑا بلند حکمت والا ہے ۔''

اللہ تعالیٰ سے کلام تب ہی ممکن ہوتا ہے جب اس کی مکمل عبدیت اختیار کی جائے ۔ زندگی کا ہر پہلو یوں گزارا جائے جیسے کہ اُس کی منشاء ہے ۔ اور ہر چیز اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کی جائے ۔ اس کی رضا کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے سے ہی اس کی آواز ہمارے کانوں میں سنی جا سکتی ہے ۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے ریڈیو پر کسی سٹیشن کو تلاش کرنے کے لئے انسان کو وہ جگہ تلاش کرنی پڑتی ہے جہاں پر اس کی آواز سننی ممکن ہو سکے ۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ نے دعویٰ نبوت نہیں کیا

حضرت مرزا غلام احمد صاحب اس زمانے کے مجدد تھے اور انہوں نے تمام دنیا میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اب بھی بندوں کے ساتھ کلام فرماتا ہے ۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے انگنت موقعوں پر مکالمہ ومخاطبہ کیا ۔ ان کے اس دعویٰ سے لوگوں نے یہ غلط تاثر لیا کہ وہ وحی نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں ۔ جو انہوں نے ہرگز نہیں کیا ۔ حضرت مرزا صاحب کا انسانیت پر احسان ہے کہ انہوں نے نہ صرف اسلام کو جب وہ شدید مشکلات میں سے گزر رہا تھا دفاع کیا بلکہ **اپنے خدا کو زندہ خدا ثابت کیا اور اپنے نبی خاتم النبیین صلعم کو زندہ نبی ثابت کیا ۔ ان کو جو الہامات ہوئے ان میں نبی اور رسول کے لفظ ضرور آئے مگر آپ نے نہ رسول ہونے اور نہ ہی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ۔** آپ نے ایک کتاب ''**ایک غلطی کا ازالہ**'' لکھی اور اس میں **واضح کیا کہ نبی اور رسول کے الفاظ آپ کے الہامات اور بشارات میں ضرور آئے ہیں لیکن یہ عربی میں عام استعمال ہونے والے الفاظ ہیں ۔** کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں حضرت صاحب اپنے ایک مرید کی اس بات کو غلط کہہ رہے ہیں کہ آپ نے یہ الفاظ استعمال نہیں کیے بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ضرور یہ لفظ استعمال کیے ہیں مگر ایک دعویٰ کے طور پر نہیں **بلکہ عربی کے عام استعمال ہونے والے لفظ ''نبی یعنی خبر دینے والا'' اور رسول یعنی پیغام دینے والا'' کے طور پر استعمال کیے ہیں ورنہ رسالت اور نبوت قطعی طور پر حضرت محمد صلعم جو خاتم النبیین تھے کے ساتھ منقطع ہو چکی ہے ۔**

یہاں پر تمام حاضرین کے پاس مترجم قرآن موجود ہیں ۔ میں آپ کی توجہ سورۃ یوسف کی آیت نمبر 50 کی طرف مبذول کرواتا ہوں ۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فلما جاء ہ الرسول قال الرجعہ الی ربک ۔۔۔۔۔** اس آیت میں لفظ 'رسول' اور 'رب' آیا ہے جس میں لفظ رسول کا مطلب ایلچی اور

رب کا مطلب آقا یا بادشاہ ہے اور اسی طرح آیت 42 میں آتا ہے:

''اور اسے جس کے متعلق اسے خیال تھا کہ وہ ان لوگوں میں رہائی پائے گا، کہا میرا ذکر اپنے آقا کے پاس کرنا مگر شیطان نے اسے اپنے آقا کے پاس ذکر کرنا بھلا دیا''

یہاں پر بھی آقا کے لئے لفظ ''رب'' ہی استعمال ہوا ہے۔ ان مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ ''رب'' اور ''رسول'' عربی میں صرف خدا اور حقیقی رسولوں کے لئے ہی نہیں بلکہ دنیاوی آقاؤں، بادشاہوں اور ایلچیوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اسی طرح **حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی عبارات میں یہ الفاظ حقیقی رسول کے لئے نہیں بلکہ ایلچی یا پیغام دینے والے کے لئے استعمال ہوئے۔ آپ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ الفاظ نبی اور رسول اس لئے لکھے گئے ہیں کہ وہ ان کی رویا اور الہامات میں اللہ تعالیٰ نے خبر دینے والا یا بھیجا گیا کے مفہوم میں استعمال کیے ہیں۔**

آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ اللہ سے خبر پا کر اس بنا پر کیا کہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں جس کا ثبوت آپ نے قرآن کریم کی 30 آیات سے دیا اور پھر یہ متعدد مرتبہ بیان کیا اور لکھا کہ **عیسیٰ علیہ السلام کیسے دوبارہ آسکتے ہیں جبکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ آپ ذرا سوچیں کہ ایک شخص جو کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں آسکتے کیونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ وہ خود کیسے نبوت کا دعویٰ کرسکتا ہے؟**

یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ آپ کی تعلیم کو مسخ کر دیا گیا اور جو دعویٰ آپ نے نہ کیا وہ آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا اور بدقسمتی سے آپ کے خاندان کے لوگوں نے یہ عقیدہ گھڑا۔ جس سے آپ کے مشن کو بہت نقصان ہوا۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے اور اس کی بناء پر آج احمدیوں کو کفر کے فتووں کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔

آپ کے دعاوی کو اس طرح پیش کیا گیا کہ سورۃ الصف کی آیت 6 میں جہاں پر عیسیٰ علیہ السلام کے حوالہ سے کہا گیا **''اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد صلعم ہے۔''**

غلط عقیدہ گھڑنے والوں نے اس کو بھی نعوذ باللہ احمد کا نام غلام احمد کے ساتھ منسوب کر دیا۔ **یہ قیاس سے باہر ہے کہ غلام احمد ''احمد'' بن گیا۔ اس سے بڑا ستم کیا ہوسکتا ہے کہ ایک انسان جو ساری زندگی اپنے آپ کو رسول کریم صلعم کی بلند ہستی کے مقابل میں اپنے آپ کو ان کی خاک یا ان کے برابر بھی نہ سمجھتا تھا اسے خاتم النبیین کے بعد نبی بنا دیا گیا اور وہ بھی اپنی اولاد کے ہاتھوں۔** یہ بھی خیال نہ کیا گیا کہ جس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام احمد صلعم کی آمد کی خوشخبری دے رہے ہیں۔ وہاں پر واحد کا صیغہ ہے یعنی ایک نبی آئے گا۔ قرآن میں انبیاء نے اپنے بعد نبی آنے کی خوشخبریاں دیں اور وہاں پر صیغہ جمع کا استعمال کیا گیا یعنی بہت سے نبی آنے والے تھے **مگر عیسیٰ علیہ السلام نے صرف اور صرف ایک ہی نبی کی خوشخبری دی اور ہر انصاف کرنے والا یہی فیصلہ کرے گا کہ وہ ایک نبی جن کا نام بچپن ہی سے احمد نہ کہ غلام احمد تھا ہوسکتا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی کتب، تحریرات، اشتہارات، بیانات اور تقریروں میں 257 مرتبہ نبی ہونے سے انکار کیا اور یہ احمدیہ انجمن لاہور نے کتابی شکل میں اس کا ایک مجموعہ تیار کیا ہے جو ہر ایک کو میسر ہے۔**

آپ نے بار بار انکار کرنے کے علاوہ ان الفاظ میں نبی اور رسول کی تشریح بارہا کی، یہاں تک کہ خانہ خدا دہلی مسجد میں حلفاً بیان دیا کہ ان کا نبوت اور رسالت کا کوئی دعویٰ نہیں اور یہ الفاظ خدا کی طرف سے الہامات میں عربی کے معنی ایلچی یا خبر دینے والے کے معنی میں استعمال ہوئے اور ان سے اگر مسلمانوں کو دکھ ہوتا ہے تو انہیں تمام تحریرات میں سے کاٹا ہوا سمجھیں۔ یہ بات تصور سے بعید ہے کہ کوئی مسجد میں حلفاً کھڑا ہو کر کہے اور وہ جھوٹ کہہ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی پکڑ بھی نہ کرے۔ آپ نے اپنی آخری تقریر جو آپ کی وفات سے 19 دن پہلے کی گئی میں بھی نبوت سے انکار کیا اور دوبارہ 19 گھنٹے پہلے بھی یہ کہا کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں۔ نیا عقیدہ گھڑنے والے کہتے ہیں کہ 1901ء سے پہلے آپ کا دعویٰ مجددیت کا تھا اور اس کے بعد آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

یہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟ جبکہ وفات سے چند گھنٹے پہلے بھی اور اپنی 1901ء کے بعد کی کتب میں بھی آپ مسلسل نبوت سے انکار کرتے چلے جاتے ہیں۔ بھلا کون شخص ہوگا جو بیماری میں مبتلا ہو اور موت کی خبر پا چکا ہو اور مرنے سے چند گھنٹے پہلے جھوٹ بول رہا ہو۔

کسی اور نبی کے آنے کی گنجائش قرآن کی سورۃ المائدہ کی آیت 3 کے بعد ممکن نہیں رہی: **''آج ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا''**

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک مکمل چیز کو مزید مکمل کیا جائے، ہاں اگر مکمل چیز کو کچھ ضرورت ہو تو وہ اس کی صفائی اور حسب ضرورت رنگ و روغن کی ہوسکتی ہے اور یہ کام مجددین اور محدثین سے لیا جاتا ہے نہ کہ نئے نبیوں سے۔

اگر ہم حدیث کی رُو سے بھی دیکھیں تو **رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ ایک عمارت تھی جس میں ایک اینٹ کی کمی تھی اور وہ میرے (صلعم) آنے کے بعد لگ چکی ہے۔ یعنی کہ رسالت کی عمارت اب قطعی طور پر مکمل ہو چکی ہے۔** آج ہم جناب جعفر صاحب کے نئے دفتر میں بیٹھے ہیں اور یہ عمارت مکمل ہو چکی ہے تو کیا اگر کوئی اُٹھ کر اس کی صاف ستھری دیوار میں اینٹ لگانا شروع ہو جائے تو کیا اسے اجازت دی جاسکتی ہے؟

رسول کریم صلعم نے یہ بھی فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی آسکتا تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے لیکن چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے تو عمرؓ کی حیثیت ایک محدث کی سی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا یہ فرمانا: **''انا خاتم النبیین، لا نبی بعدی''، ''میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں''** اور کسی بھی نئے نبی کے آنے کی گنجائش آپ صلعم نے باقی نہیں چھوڑی۔

آپ کا مجھ سے یہ سوال ہے کہ کیا میں **حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتا ہوں تو میرا جواب ہے کہ نبی صلعم نے کسی بھی نئے نبی کے آنے کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ اور مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ رہا تو پھر میں** کیسے آپ کو نبی مانوں؟

میرا عقیدہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور رسول کریم صلعم کے فرمان کے مطابق جب میں کلمہ شہادت پر مکمل یقین رکھتا ہوں اور نبی کریم صلعم کو آخری نبی مانتا ہوں تو پھر کسی کو نہ اللہ اور نہ اس کا رسول یہ حق دیتا ہے کہ وہ مجھے کافر کہے۔

ہم سب کے سامنے قرآن کریم پڑے ہیں اور **میں اس پر حلفاً بیان دیتا ہوں کہ میں رسول کریم صلعم کے بعد کسی بھی نئے یا پرانے نبی کے آنے کا یقین نہیں رکھتا۔** سورۃ الجمعہ کی دو آیات کا ذکر میں نے کیا تھا جہاں وآخرین منھم آتا ہے اس کے حوالہ سے حدیث نبوی میں ایک ایسے شخص کی بشارت دی گئی ہے کہ جب قرآن لوگوں کے دلوں سے اُٹھ کر ثریا کی بلندیوں تک چلا جائے گا تو حضرت سلیمان فارسیؓ کی اولاد میں سے ایک شخص اسے واپس لوگوں کے دلوں میں لے آئے گا۔

زمانہ کا تقاضا تھا کہ مجدد مبعوث ہوتا

ایسے حالات میں جب کہ لوگوں کے دلوں میں سے ایمان اُٹھ چکا تھا اور اسلام پر چاروں طرف سے تمام مذاہب حملہ آور ہو رہے تھے اور مسلمانوں کے پاس عیسائیوں، ہندوؤں اور باقی مذاہب کے حملوں کا کچھ جواب نہ تھا **وہ وقت ہی موزوں وقت تھا کہ اللہ کی طرف سے مدد آتی۔ کوئی ایسا شخص آتا جو اسلام کا دفاع کرسکتا اور اس کی مسخ شدہ حالت کو دوبارہ بحال کرسکتا۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں میں سے ہی ایک امام اُٹھتا اور حدیث نبوی امامکم منکم کا کام ادا کرتا۔**

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور اپنے دین کے دفاع کے لئے اس وقت ایسے انسانوں کو مبعوث کرتا ہے جو اس وقت کے تقاضا کے مطابق اسلام کا دفاع فرماتا ہے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد زماں کا کام سونپا۔ آپ نے یہ کام نہایت کامیابی سے سرانجام دیا اور لاکھوں کی

تعداد میں مسلمان جو اپنا دین چھوڑ چکے تھے نہ صرف واپس ہوئے بلکہ اسلام کے دفاع میں بڑھ چڑھ کر کردار ادا کرنے لگے۔ ایسے زمانے کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ:

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

اگر میں اس کمرے میں آپ کے درمیان آپ کی ساتھ والی کرسیوں پر بیٹھا ہوتا اور میری جگہ کوئی اور کھڑا ہو کر کہہ رہا ہوتا کہ ایک نیا نبی رسول کریم صلعم کے بعد آیا ہے اُسے مانو۔ اس کا نام غلام احمد ہے تو میں بھی ایسے مدعی نبوت کا انکار کر دیتا اور کہتا کہ یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ "آج ہم نے **تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا**"۔ دین تو مکمل ہو چکا تو آپ کہاں سے نیا نبی لے آئے؟ اس نے تو کوئی اپنے نام کا کلمہ نہیں پڑھایا اور نہ کوئی کتاب لایا تو وہ نبی کیسا؟ اگر میں اُدھر ہوتا اور مجھے کوئی کہتا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے تو میں تب بھی انکار کرتا کیونکہ وہ تو نبوت کا دعویٰ کر ہی نہیں رہے اور خود فرماتے ہیں کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

میرے آگے قرآن پڑا ہے اور میں یہ حلفاً کہتا ہوں کہ احمدیہ انجمن لاہور کا کوئی ممبر مرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ اگر یوں ہوتا تو میں کیسے ایسی جماعت کا امیر بننے کے لئے تیار ہوتا بلکہ میں تو احمدی بھی نہ ہوتا۔

آخر میں میں آپ تمام کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں پر آ کر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ آپ کی طرف سے جو سوالات اکثر شوکت علی صاحب کے ذریعہ پوچھے جاتے ہیں ان کے میں نے کسی حد تک جوابات اپنی تقریر میں آپ کے سامنے بیان کیے۔ **اللہ تعالیٰ احمدیہ جماعت اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق جو غلط فہمیاں ہیں انہیں دور فرمائے اور جو امن کا پیغام وہ دنیا کے لئے لے کر آئے اس کو دنیا قبول کرے۔ آمین**

زکوٰۃ

رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہوگیا ہے۔ صاحب حیثیت لوگوں پر خدا اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق زکوٰۃ فرض ہے اور شریعت قرآن کے حکم کے مطابق اڑھائی فی صد زکوٰۃ ادا کرنا ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔

تمام احباب جماعت جو نصاب زکوٰۃ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں جمع کروا کر شکریہ کا موقع دیں۔ انجمن کے خزانہ میں جمع زکوٰۃ حکم قرآن کے مطابق غرباء، یتامیٰ، مساکین، بیوگان اور مریضوں وغیرہ پر خرچ کی جاتی ہے۔

امید ہے آپ جلد از جلد اس فرض کو ادا کریں گے اور اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن احمدیہ میں جمع کرائیں گے۔

والسلام

جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

تحریک احمدیت اور وفات مسیحؑ

اگر یاجوج ماجوج مغربی اقوام ہیں تو دابۃ الارض موجودہ دہشت گرد تنظیمیں ہیں

ناصر احمد، بی۔اے۔ایل ایل بی

ترجمہ: ''اور جب اللہ نے کہا۔اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں اور تجھے ان کے الزام سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہیں۔اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔'' (آل عمران 55:3)

''اور جب بات ان پر واقع ہو جائے گی۔ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔'' (82:27)

وفات مسیح کی اہمیت

ایک بڑا بنیادی سوال ذہن میں یہ اٹھتا ہے کہ بانی تحریک احمدیت حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے وفات مسیح کو ہی کیوں ایک اہم مسئلہ کے طور پر اٹھایا اور شروع سے لے کر آخر تک اپنی ہر کتاب میں اور اپنے فرمودات میں اس مسئلہ کے کسی نہ کسی پہلو کا ذکر کیا یا اس کی وضاحت کی ہے۔اور اس سلسلہ میں کوئی نہ کوئی دلیل بائبل، قرآن مجید، حدیث اور تاریخ سے دی ہے۔ یہاں تک کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ''مسیح ہندوستان میں'' معروف مشرقی ذرائع کے علاوہ مغربی مفکرین، سیاح، مورخین، ماہرین طب اور آثار قدیمہ کی کتابوں کے حوالوں سے اس موضوع پر تحقیق کو ایک نیا رُخ دیا۔ اسی لئے مغرب میں جو کتاب بھی اس موضوع پر شائع ہوئی یا ہوتی ہے اس میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اس کتاب کا حوالہ ضرور دیا جاتا ہے۔اس سلسلہ میں ایک اور کتاب ''جیسس ان ہیون آن ارتھ'' مصنف خواجہ نذیر احمد صاحب کا ذکر بھی ضرور ہوتا ہے جو اس موضوع پر تحقیقی اور تاریخی حقائق اور انکشافات کے اعتبار سے حضرت مسیحؑ کی زندگی کے گم شدہ گوشوں کو حیرت انگیز انداز میں اجاگر کرتی ہے۔اس کتاب کا پانچواں حصہ بطور خاص مغربی عیسائی مفکرین کی دلچسپی کا مرکز رہا ہے۔جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے مقبرے، موعودہ سرزمین، اسرائیل کے دس گم شدہ قبائل، حضرت مسیح کی ابتدائی نامعلوم زندگی اور صلیب سے بچ نکلنے کے بعد کشمیر تک کے سفر سے متعلق وہ حقائق بیان کئے ہیں اور انکشافات کئے ہیں کہ فرانس کے ایک تحقیقی ادارہ نے اس حصہ کو الگ سے شائع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس پر خواجہ صاحب کو نوبل ایوارڈ دینے کی پیشکش بھی کی۔ لیکن خواجہ صاحب نے اس باب کو الگ سے شائع کرنے سے انکار کیا۔ چونکہ وہ چاہتے تھے کہ وفات مسیحؑ کے سلسلہ میں یہ حقائق کتاب کا حصہ ہی رہیں۔اس لحاظ سے یہ کتاب حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے لے کر صلیب تک اور پھر اس سے بچ نکلنے کے بعد ان کے مشرقی ممالک کی طرف سفر اور بالآخر سرینگر، کشمیر میں قیام اور وفات تک کے واقعات کا مذہبی اور تاریخی جائزہ پیش کرتی ہے جس میں قرآن مجید اور حدیث کی روشنی میں اسلامی نکتہ نگاہ کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔اسی لئے مغرب کے عیسائی علمی حلقہ میں اس کو منفرد حیثیت حاصل ہے۔

کیا حضرت مرزا صاحب کو اس کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کیونکہ انہوں نے خود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا یا کرنا تھا۔یا اس کا مقصد یہ تھا کہ آنے والے مسیح کے متعلق جو غلط تصورات مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں میں مروج ہیں ان کی اصلاح کی جائے۔

آخری زمانے کے حوالے سے عیسائیوں کا خیال یہ ہے کہ حضرت مسیح دوبارہ آ کر انصاف قائم کریں گے اور ان کے نزدیک انصاف کا قیام عیسائی تعلیمات کا

غلبہ ہوگا۔ ادھر مسلمانوں کے نزدیک مسیح کی آمد ثانی پر وہ مہدی کی امامت میں اسلام کو نہ ماننے والوں کے خلاف ''جہاد'' کریں گے اور سب کے سب لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔

جس آیت کو میں نے شروع میں پیش کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ مسلمانوں کے لئے قابل غور ہیں ''اور جنہوں نے تیری (یعنی حضرت مسیح کی) پیروی کی، انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا (یعنی یہودیوں پر) قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔''

ان الفاظ سے دو باتیں نہایت واضح ہیں۔ ایک یہ کہ قیامت تک عیسائیوں کا وجود رہے گا اور وہ یہودیوں پر غالب رہیں گے۔ اور مسلمانوں میں جو یہ خیال ہے کہ مسیح کی آمد ثانی پر قیامت سے پہلے اسلام کو جہاد کے ذریعہ مکمل غلبہ حاصل ہو جائے گا اور عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ سب کے سب اسلام میں داخل ہو جائیں گے، درست نہیں۔ اور دوسری اہم بات جس کی محترم جاوید احمد غامدی صاحب نے بھی نشاندہی کی ہے کہ اس سے مسیحؑ کی قیامت سے قبل آمد ثانی کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا اور اسی سے انہوں نے حضرت مسیح کی وفات کی دلیل بھی دی ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ نمل میں آخری زمانے میں یاجوج یاجوج یعنی دجال کے خروج اور دابۃ الارض یعنی زمینی جانور کے ظہور کی دو نہایت اہم نشانیوں کا ذکر ہے۔

یاجوج ماجوج کا ذکر تو بائبل میں بھی ہے لیکن ''زمینی جانور'' کا ذکر صرف قرآن مجید میں ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اور پھر احمدی علماء نے یاجوج ماجوج کی شناخت کے بارے میں قرآن مجید، حدیث، تاریخ اور موجودہ ''مغربی اقوام'' کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی ترقی کی روشنی میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی کتاب ''تحریک احمدیت'' میں ایک باب اس بارے میں ہے اور پھر ''مسیح الدجال'' کتاب میں انہوں نے اس کے تمام پہلوؤں اور پیشگوئیوں پر نہایت مدلل روشنی ڈالی ہے۔

اسی کتاب میں اس زمانے کی نشانیوں میں سے جن کا ذکر احادیث میں ملتا ہے چند نہایت دلچسپ نشانیاں یہ ہیں کہ ''دجال روٹیوں کے پہاڑ لے کر آئے گا''۔ ہم نے ایک زمانہ میں گندم کے بڑے بڑے سمندری جہاز جن کی جسامت کسی پہاڑ سے کم نہ تھی امریکہ سے گندم کی امداد لے کر کراچی کی بندرگاہ پر کھڑے دیکھے ہیں اور تازہ مثال وہ مالی امداد ہے جو پاکستان امریکہ اور دیگر بین الاقوامی مالی اداروں سے لے رہا ہے۔ اور یہی وہ طریق ہے جس کے ذریعہ بڑی طاقتیں پاکستان جیسے ملکوں پر بالواسطہ تسلط قائم رکھے ہوئے ہیں۔

پھر یہ بھی ذکر ہے کہ ''دجال زمین اور آسمان کے درمیان پھدکے گا''۔ میزائل اور خلائی جہاز اس کی واضح تصویر ہیں۔ ''دجال مردوں کو زندہ کرے گا'' طب اور سرجری میں جدید اور حیرت انگیز ایجادات اور طریق علاج اس کا واضح ثبوت ہیں۔ ''عورتیں مردوں کی شکل اختیار کریں گی اور مرد عورتوں کی۔'' موجودہ فیشن، ٹی وی کے پروگرام اور بیوٹی پارلز کی تراش خراش اس کی دلچسپ شہادت فراہم کر رہے ہیں۔ ''زمین اپنے خزانے اُگلے گی''۔ پٹرول، گیس اور معدنیات کی نت نئی صورتیں چھپے ہوئے خزانے کی دریافت سے کم نہیں۔ ''جو دجال کی پیروی کریں گے وہ خوش حال رہیں گے اور جو پیروی نہیں کریں گے وہ قحط اور تنگی کا شکار ہوں گے''۔ اس کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ 9 ستمبر 2011ء کے بعد امریکہ کا کردار اس بات کا زندہ ثبوت ہے۔ امریکی صدر کی دھمکی کہ ''آپ ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے مخالف'' اور پھر بین الاقوامی مالی اداروں کے ذریعہ معاشی پابندیوں کا عائد کرنا کمزور ملکوں کو معاشی بدحالی کا شکار بنا رہی ہیں۔ ''سمندر دجال کے ٹخنوں تک ہوگا''۔ موجودہ آبدوز اس کی نہایت خوبی سے وضاحت کرتے ہیں۔ ''دجال سالوں کا سفر مہینوں میں، مہینوں کا سفر دنوں میں اور دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرے گا'' موجودہ تیز رفتار ذرائع آمد و رفت اس کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ اب دابۃ الارض کی پیشگوئی اپنے خطرناک اور تباہ کن نتائج لئے ہوئے ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب کے وقت تک دابۃ الارض یا زمینی جانور کے متعلق تاویل یہی تھی کہ اس میں بھی اشارہ مغربی اقوام یا یاجوج ماجوج کی مادی ترقی کی طرف تھا جن کو اپنی دفاعی قوت اور مادی ترقی پر بڑا ناز تھا اور اب بھی ہے۔

زمینی جانور سے مراد ان کا مادیت کی طرف رحجان لیا گیا لیکن القاعدہ پھر طالبان اور اب داعش جیسی جہادی تنظیموں کی زیرزمین کارروائیاں اور تباہ کاریوں سے دابة الارض کی تصویر اپنی حقیقی صورت میں ہمارے سامنے آرہی ہے اور یہ صورت ''زمینی جانور'' کے قرآنی الفاظ کی واضح تصدیق کررہی ہے۔

پس پردہ دیکھا جائے تو یہ زیرزمین تنظیمیں مغربی اقوام خواہ وہ امریکہ اور اس کے یورپی ساتھی ممالک ہوں یا پھر روس ہو، مسلمانوں کی یہ دہشت گرد تنظیمیں مغرب سے زیادہ مسلمانوں کو سخت جانی اور مالی نقصان پہنچا رہی ہیں۔''زیرزمین ''مسلمان دہشت گرد تنظیموں نے مغربی اور روسی حکومتوں کو اسلام اور مسلمانوں کو برباد کرنے کا سنہری موقع فراہم کیا ہے۔اس لحاظ سے یہ مغربی قوموں سے زیادہ مسلمانوں کے لئے خطرناک ثابت ہورہے ہیں اور دیکھا جائے تو یہ مسلمانوں کے لئے دجال کے فتنہ سے کسی طرح کم نہیں ہیں اور اسی لئے قرآن مجید نے یاجوج ماجوج کے ساتھ اس زمینی جانور کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔

دابۃ الارض کے خروج کی حقیقت

اس آیت میں الفاظ اخرجنا لھم من الارض یعنی ہم ان کے لئے زمین سے جانور نکالیں گے، قابل غور ہیں۔

ظاہر ہے جانور زمین سے پودوں کی طرح تو اُگتے نہیں۔وہ زمین میں کسی صورت میں ہوں گے تو ہی ان کو نکالا جائے گا۔اگر آپ ٹی وی پر یا ویڈیوز میں دہشت گرد تنظیموں کی سرگرمیوں کو دیکھیں تو نظر آئے گا کہ وہ پہاڑوں اور غاروں سے چھپتے ہوئے نکل رہے ہوتے ہیں۔اس صورت کو ''نکلنے'' کے لفظ سے ہی زیادہ بہتر انداز میں بیان کیا جاسکتا تھا۔پھر دوسری بات جو زیادہ معنی خیز ہے کہ وہ جن کے لئے نکالے جائیں گے وہ انہی سے باتیں بھی کریں گے۔کیا مغربی طاقتوں کا دہشت گرد تنظیموں سے گفت وشنید کی کوششیں باتیں کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ان دہشت گرد تنظیموں کو بنانے والے بھی یہ مغربی اقوام ہیں۔ان کو مالی اور جنگی سامان مہیا کرنے والے بھی یہی مغربی اقوام ہیں۔ان کے ذریعہ ہی انہوں نے مسلمان ممالک کو سیاسی اور معاشی طور پر برباد کیا ہے اور اب بھی کررہے ہیں۔لیکن اب یہی ان کے لئے دردسر بن گئے ہیں اور انہی کی وجہ سے یہ عدم تحفظ کا شکار ہیں۔افغانستان جہاں سے دہشت گرد تنظیموں نے جنم لیا یا مغربی اقوام نے ان کو تیار کیا اور پاکستان بھی اس میں شامل تھا۔گو پاکستان تو اپنی حفاظت کے لئے مجبور تھا۔گو اس طریقے سے روس کو فوجی شکست تو ہوئی اور اس بڑی طاقت کا سیاسی اور معاشی انتشار ہوا لیکن حالات یہ ہیں کہ اب خود مغربی اقوام ان کی دہشت گرد کارروائیوں سے اتنے تنگ آچکے ہیں کہ ابھی حال میں انہوں نے افغانستان میں بے بی ایٹم بھی چلا ڈالا۔لیکن خطرہ بدستور قائم ہے۔

قرآن مجید نے تو صرف اس ''زمینی جانور'' کے نکلنے اور گفتگو کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن حدیث کے الفاظ زیادہ تفصیل مہیا کررہے ہیں کہ وہ ان سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرے گا'' موجودہ صورت حال کی اس سے زیادہ اور کیا واضح عکاسی ہوسکتی ہے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب کی اس بارے میں بصیرت افروز تفسیر

اب میں چاہوں گا کہ اس بارے میں حضرت مولانا محمد علی صاحب نے جو کچھ اپنی انگریزی تفسیر اور پھر اُردو تفسیر ''بیان القرآن'' میں لکھا ہے اس کا ذکر کروں تاکہ آپ کو اندازہ ہوسکے کہ حضرت مولانا اپنی تفسیر میں قرآن مجید کے الفاظ کے تمام پہلوؤں پر کس گہرائی سے غور وفکر کرتے ہیں اور وہ کچھ بیان کرجاتے ہیں کہ اس سے قاری کو نہ صرف آیات کے ترجمہ اور مفہوم کی سمجھ آتی ہے بلکہ اس پر مزید غور وفکر کرنے کے لئے مواد اور رہنمائی بھی ملتی ہے۔

میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ اس موضوع پر تمام انگریزی اور اُردو کے معروف تراجم اور تفاسیر کا تقابلی جائزہ پیش کروں تاکہ لوگوں پر یہ حقیقت عیاں ہوجائے کہ حضرت مولانا کا انگریزی ترجمہ جو 1917ء میں شائع ہوتا ہے اور پھر ان کی اُردو تفسیر ''بیان القرآن'' جو 1922-1924 میں شائع ہوتی ہے ان میں اس بارے

میں حضرت مولانا نے قرآنی الفاظ کے معانی اور مفہوم لغت اور دیگر علوم اور خود اپنی بصیرت کی روشنی میں اس آیت کی کیا عمدہ تفسیر بیان کی ہے اور وہ کتنی جامع اور آنے والے واقعات اور حقائق کو سمجھنے میں کس قدر رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

یہ ذہن میں رکھیں کہ قرآن مجید نے یاجوج اور ماجوج کے لئے فتحت یعنی ''کھول دیئے جائیں گے'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ سزا کے طور پر ''ہم ان کو زمین کی طرح ہموار کردیں گے۔''

لیکن اس کے مقابل میں دابۃ الارض کے متعلق لفظ اخــرجنــا یعنی ''ہم نکالیں گے'' استعمال کیا ہے۔ اس سے ماقبل آیات میں بنی اسرائیل کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ زمینی جانور جو ان کے لئے نکالا جائے گا وہ انہی سے باتیں کرے گا۔ اور لفظ کلم کے دوسرے معنی ''زخمی کرنا'' بھی ہیں۔ دہشت گرد تنظیموں پر لفظ تـکـلـم کے دونوں معانی پورے طور پر منطبق ہوتے نظر آرہے ہیں یعنی مغربی اقوام ان سے گفت وشنید بھی کررہی ہیں لیکن وہ ان کی خفیہ کارروائیوں سے انہیں سخت جانی اور مالی نقصان پہنچا کر زخمی بھی کررہی ہیں۔ مغربی اقوام کو قرآن مجید نے یاجوج ماجوج کا نام دیا ہے اور ان کو زمین میں سب سے بڑے فساد کا موجب بھی قرار دیا ہے اور اس نام میں آگ کو بھڑکانے کے معنی بھی آتے ہے۔ آج دنیا ان کے فساد پھیلانے اور آگ سے لوگوں اور بستیوں کو تباہ کرنے کا چیخ چیخ کر واویلا کررہی ہے۔ قرآن مجید نے الفاظ کے رنگ میں جو نقشہ آج سے 15 سو سال پہلے کھینچا تھا وہ حرف بہ حرف پورا ہورہا ہے۔ اگر اب بھی ہماری آنکھیں نہ کھلیں اور ہمیں حالات کی سنگینی کا اندازہ نہ لگ سکے تو ہم بھی خدائی فیصلہ کی زد میں آجائیں گے جس طرح مغربی اقوام کا مقدر ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا نے انگریزی قرآن کے 1917 کے ایڈیشن میں تـکـلـم کا ترجمہ ''زخمی کرنا'' لکھا ہے لیکن بعد میں ''بیان القرآن'' اور 1951 کے انگریزی ایڈیشن میں اور پھر حمائل شریف میں جو غالباً 1949 میں شائع ہوئی۔ اس کا ترجمہ ''باتیں کرنا'' ہی کیا ہے۔ بہر حال ''بیان القرآن'' میں حضرت مولانا نے دابۃ الارض کے متعلق کافی تفصیل سے بحث کی ہے۔ لیکن حمائل شریف میں انہوں نے اس کا نہایت خوبصورت خلاصہ لکھا ہے سردست اسی کو میں یہاں درج کرتا ہوں:

''اس آیت میں ذکر ہے کہ جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین نہیں رہے گا اور ان پر قول واقع ہوجائے گا یعنی اللہ تعالیٰ کی کوئی بات جو سختی یا عذاب سے تعلق رکھتی ہے ان کے حق میں پوری ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے'' ایک دابۃ الارض نکالے گا۔ جو ان سے باتیں کرے گا یا انہیں زخمی کرے گا'' (تـکـلـم دونوں معنی میں آتا ہے)۔ ابن کثیر کہتے ہیں یہ دابۃ آخری زمانہ میں لوگوں کے فساد کے وقت نکلے گا جب وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو ترک کردیں گے۔ اور دین حق کو تبدیل کردیں گے۔ اور روح المعانی میں ہے کہ یہ اس وقت ہوگا جب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک کردیا جائے گا۔ اور دس شرائط الساعۃ میں ایک شرط خــروج دابــہ بھی ہے۔ پس اس آیت کا تعلق مسلمانوں کی حالت کے بگڑ جانے سے ہے۔۔۔ قرآن کریم اسے ایسا دابۃ الارض قرار دیتا ہے جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔ اور کلام کرنا انسان سے خاص ہے اور دوسرا کوئی جانور کلام نہیں کرتا۔ پس دابۃ الارض سے مراد انسان ہی ہے جسے دابۃ الارض اس وجہ سے کہا کہ وہ بالکل اسباب ارضی پر گرا ہوا ہے اور خدا کی طرف اس کی نظر نہیں اٹھتی۔ دیکھو النحل 111:16 اور فاطر 45:35۔۔۔ قرآن کریم نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ جنس پر دلالت کرتے ہیں اور ایک روایت میں بھی ہے کہ ہر شہر سے دابہ نکلے گا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین پر پھیلی ہوئی قومیں ہیں جو مشرق و مغرب میں یکساں پھیل جائیں گی۔ اور ایک روایت میں ان کا مشرق ومغرب میں یکساں دیکھا جانا مذکور ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو آیات اللہ پر یقین نہ رہے گا جو انسان کے اندر قوت عمل پیدا کرتا ہے اور اس لئے وہ عمل بالمعروف ونہی عن المنکر کو بھی چھوڑ دیں گے تو ان کے لئے بطور سزا ایک ایسی مخلوق نکل پڑے گی جو بالکل زمین پر جھکی ہوئی ہو جیسے موجودہ تہذیب کی مدعی قومیں ہیں۔ ان کے متعلق خود قرآن کریم نے دوسری جگہ فرمایا ''ان کی ساری کوشش دنیا کی زندگی تک ہی ختم ہوجائے'' (الکہف 104:18)۔ اور اگر تـکـلـمـھـم کے معنی زخمی کرنا لیا جائیں تو بھی صحیح ہے کہ مسلمانوں کو ان قوموں سے طرح طرح کے نقصانات بھی پہنچتے ہیں اور ان کے جسم اور دل ان سے زخمی ہوتے ہیں۔ اور اگر

دابۃ الارض سے مراد انسان نہ لیے جائیں تو پھر مراد وہ تمام اسباب ہوں گے جو زمین سے ہی پیدا ہو کر انسان کی ہلاکت کا موجب ہو جاتے ہیں خواہ وہ طاعون اور وباؤں کے رنگ میں ہوں جن کے کیڑے زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور خواہ جنگ کے رنگ میں ہوں۔'' ''جسم کے زخمی'' ہونے سے واضح اشارہ جانی نقصان ہے اور ''دل کے زخمی'' ہونے سے واضح اشارہ اسلام اور بانی اسلام کے متعلق دل آزار اور انتہائی تکلیف دہ اعتراضات ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کے دل بری طرح زخمی ہوتے ہیں۔''

دابۃ الارض اور موجودہ دہشت گرد تنظیمیں

اس دابۃ الار ض کے بارے میں صحاح ستہ میں کئی نہایت دلچسپ تفصیلات کا پتہ لگ رہا ہے۔ میں آئندہ کسی قسط میں حوالوں کے ساتھ ان کا ذکر کروں گا لیکن سردست یہ ذکر کرتا چلوں کہ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ عرب سے ہوگا۔ واضح عربی بولے گا۔ اس کی سفید اور نرم داڑھی ہوگی۔ وہ مکہ سے نکلے گا۔ کہیں لکھا ہے کہ وہ صفا کی طرف سے نکلے گا اور یہ بھی کہ وہ یمن کی طرف سے نکلے گا۔ وغیرہ وغیرہ

ابھی چونکہ میرا یہ موضوع نہیں ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں چند باتوں کا ذکر کر کے وفات مسیح کی طرف واپس لوٹتا ہوں۔

زمینی جانور یعنی دابۃ الارض کے متعلق قرآنی آیت کے الفاظ بھی انتہائی معنی خیز اور واضح طور پر پیشگوئی کا رنگ رکھتے ہیں۔ الفاظ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ''اور جب بات ان پر واقع ہو جائے گی ہم ان کے لئے زمین سے جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔'' (82:27)

اس آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ (ا) ہم (یعنی خدا) زمین سے جانور نکالیں گے۔ اب جانور تو زمین کے اوپر ہوتے ہیں۔ زمین سے نکالنے سے کیا مراد ہے۔ ظاہر ہے زیرزمین تنظیموں کا ''زمین سے نکلنے'' سے بہتر کیا لفظی تصویر ہو سکتی ہے؟ اور دوسرا جانور ایسا ہوگا جو دجال سے باتیں کرے گا۔ اب باتیں کرنا تو انسان کی خاصیت ہے۔ اس لئے یہ زمینی جانور انسان ہی ہو سکتا ہے۔ زمین سے جو جانور نکلا اور جو دجال سے باتیں بھی کر رہا ہے اب اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ یہ انسان نما جانور یعنی دہشت گرد تنظیمیں زمین کے اوپر جانوروں سے زیادہ درندہ صفت ہیں بلکہ درندوں سے بدتر۔ مسلمان عورتوں اور مردوں کو نہ صرف یرغمال بناتے بلکہ ان کو بے رحمی سے قتل کرتے اور عورتوں سے ذلیل ترین اور شرمناک حرکات کرتے ہیں۔ سب سے شرمناک حقیقت یہ ہے کہ یہ شریعت کے نام نہاد دعویدار اور اسلامی ریاست کا خواب دیکھنے والے ہر وہ کام کر رہے ہیں جس نے اسلام کو دنیا میں رسوا کیا ہے اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ مغربی طاقتوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ وہ ان کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال بھی کر رہے ہیں اور اب چونکہ مغربی اقوام اپنی تمام تر فوجی قوت کے باوجود ان کو ختم نہیں کر سکیں تو اب ''کلام'' یعنی گفت وشنید کے ذریعہ اپنے ناپاک عزائم پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

قرآن مجید کے الفاظ ''جب بات ان پر واقع ہو جائے گی'' میں اس بات کا اشارہ ہے کہ اس صورت حال میں مغربی اقوام پر فیصلہ کی گھڑی آنے والی ہے۔ کلم کا دوسرا مطلب زخمی کرنا بھی ہے۔ اس سے یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ یہ زمینی تنظیمیں دجال کو زخمی ہی کر سکیں گی۔ پورا غلبہ حاصل نہ کر سکیں گی۔ یہ حقیقت اب آہستہ آہستہ آشکار ہو رہی ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کے لئے سخت تنبیہہ بھی ہے کہ یہ بطور سزا ان لوگوں کے لئے ہے جو ''ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے''۔ کیا مسلمان من حیث القوم اس زمانے میں خدا کے احکامات پر یقین رکھتے ہیں؟ آج ہر طرف اسی کا تو رونا ہے۔ دجالی قوموں کے متعلق تو خدائی فیصلہ ہو چکا ہے لیکن خدشہ اس امر کا ہے کہ خود مسلمان قوم بھی اس زد میں نہ آ جائے۔

وفات مسیح سے عیسائیوں اور مسلمانوں کے آخری زمانے کے متعلق غلط تصورات اور تعبیرات کی پوری عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے سادہ الفاظ میں اس کو یوں بیان کیا ہے کہ ''مسیح کو مار دو تو عیسائیت ختم ہو جائے گی''۔ تحریک احمدیت نے اس بارے میں کوئی نیا انکشاف نہیں کیا۔ قرآن مجید کی تیس آیتیں، حدیثیں اور تاریخ میں اس کے ثبوت کثرت سے موجود ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے ان حقائق کو دلائل اور براہین کے ذریعہ بڑے واشگاف اور موثر انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔

اس دور کے علماء کا شور وغل اور 1974ء کے اسمبلی کے فیصلہ سے یوں لگتا ہے کہ مسیح کی وفات کا مسئلہ بانی سلسلہ احمدیہ کی اختراع ہے اور یہ کہ احمدی مصنفین اور مغربی عیسائی مفکرین کی اب تک حضرت مسیحؑ کی زندگی، ان کا ہندوستان کی طرف پہلا سفر اور پھر صلیب سے بچ جانے کے بعد دوسرا سفر محض جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ مقدس کفن کا وجود جس کی حقیقت کو اب پوپ بھی عملی طور پر تسلیم کر چکے ہیں، مسیح کے صلیب سے بچ جانے کا ایک اور زندہ ثبوت پوری آب وتاب سے اٹلی کے شہر ٹیورن میں موجود ہے۔ ذرا کھلے ذہن اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو بائبل، قرآن مجید اور رسول اکرم صلعم کا اس مسئلہ پر موقف بالکل واضح ہے۔ صرف ذہن سے حقائق کو سمجھنے اور پرکھنے کی ضرورت ہے۔

نجران کے عیسائی وفد سے رسول اکرم صلعم کی بحث کی تفصیل

اب میں آپ کے سامنے نجران کے عیسائی وفد سے رسول اکرم صلعم کے سوال و جواب پیش کرتا ہوں۔ یہ واقعہ ہجری کے دسویں سال میں ہوا۔ وفد 60 مردوں پر مشتمل تھا۔ نجران کے عیسائیوں کے وفد کے سربراہ کا نام عبدالمسیح تھا۔ یہ بحث مسجد نبویؐ میں ہوئی جہاں وفد فروکش تھا اور اسے وہاں عبادت کی اجازت تھی (صراط الحلبیہ)۔ اس بارے میں رسول اکرم صلعم کے دلائل بصیرت افروز ہیں۔ جس نے عیسائی وفد کو لاجواب کر دیا تھا۔ سوال وجواب کے اصل متن کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کا ٹکڑوں میں ذکر صحاح ستہ اور پھر مفصل ذکر کتاب ''اسباب النزول'' از ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشا پوری ص 68۔ تفسیر ابن جریر الطبری جلد ۳ ص ص 100-101 مصر اور پھر روح المعانی جلد ۳ ص ۵۷ لبنان میں درج ہے۔

پوری عربی عبارت کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:

''مجھ سے بیان کیا مثنیٰ نے۔ کہا کہ ان سے بیان کیا اسحٰق نے کہ ان سے کہا ابی جعفر نے جس نے سنا اپنے والد سے جس نے سنا الربیع سے کہ اس الٰہی قول: اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم کے متعلق بیان کیا کہ عیسائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں جھگڑا کیا۔

آپؐ نے پوچھا: اُس کا باپ کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھا (یعنی کہ اللہ اس کا باپ ہے۔ مترجم)۔

آپؐ نے کہا: اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نہ اس نے اپنے لئے بیوی رکھی اور نہ اس کے ہاں بیٹا ہوا۔

نبی کریم صلعم نے فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ ہر بیٹا اپنے باپ سے مشابہہ ہوتا ہے۔'' انہوں نے جواب دیا: ہاں

آپؐ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے اور نہیں مرے گا جبکہ عیسیٰ علیہ السلام پر فنا (موت) آئی۔

تو انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

اس پر نبی کریم صلعم نے فرمایا: ہمارا رب ہر چیز کو قائم کرنے والا، اس کا نگران، حفاظت کرنے والا اور رزق دینے والا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔

پھر نبی کریم صلعم نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام تو ان میں سے کوئی صفت بھی نہیں رکھتے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔

پھر رسول کریم صلعم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے ہو کہ اللہ عزوجل سے زمین اور آسمان میں کوئی چیز مخفی نہیں۔ انہوں نے کہا: ہاں۔

رسول کریم صلعم نے فرمایا: کیا عیسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے کوئی علم تھا سوائے اس کے جو (اللہ نے) انہیں سکھایا۔ انہوں نے کہا: نہیں۔

رسول اکرم صلعم نے کہا: ہمارے رب نے عیسیٰ علیہ السلام کو رحم مادر میں شکل وصورت دی جیسا کہ اس نے چاہا۔

رسول اکرم صلعم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب نہ کھانا کھاتا ہے نہ کوئی مشروب پیتا ہے اور نہ ہی جسم سے کوئی فضلہ خارج کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں (یعنی کہ ہاں ہم جانتے ہیں)۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ایک عورت (اس کی ماں) نے حمل میں لیا جیسا کہ عورت حاملہ ہوتی ہے۔ پھر اسے جنا جیسا کہ عورت اپنا بچہ جنتی ہے۔ پھر اس کو غذا دی جیسا کہ بچے کو غذا دی جاتی ہے۔ پھر وہ کھانا کھاتا رہا اور مشروب پیتا تھا اور فضلہ خارج کرتا تھا۔ انہوں نے کہا: ہاں (یعنی ہاں ہم جانتے ہیں)۔

آپ صلعم نے کہا: پھر ایسا کس طرح ہوسکتا ہے جیسا کہ تم خیال کرتے ہو۔ (یعنی عیسیٰؑ خدا کیسے ہوسکتا ہے)۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ سمجھ تو گئے مگر انکار کرتے رہے اور جھگڑتے رہے جس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری الله لا الہ الا ھو الحی القیوم۔ (یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔)

آگے چل کر اسی ضمن میں طبری یہ حدیث لاتے ہیں جس سے یہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ الحی کی صفت حضرت عیسیٰؑ پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان کو صلیب دیا گیا اور موت آئی۔

''ہم سے بیان کیا محمد بن حمید نے کہ ان سے بیان کیا سلمہ بن فضل نے جو یہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن اسحاق نے روایت کی تھی کہ انہوں نے محمد بن زبیر سے سنا الحی وہ ذات ہے جس کو موت نہیں لیکن عیسیٰؑ کو موت آئی (قد مات)۔ اور وہ صلیب دیا گیا جیسا کہ ان لوگوں نے یہ تسلیم کیا تھا یعنی نجران کے ان عیسائیوں کے ان احبار (علماء) نے رسول اللہ صلعم سے بحث مباحثہ کیا تھا۔

ربیع بیان کرتا ہے کہ عیسائی وفد کے اراکین اس سوال کا جواب نہ دے سکے۔ اور نہ ہی اتفاق کیا اور اپنے مفروضے پر اصرار کرتے تھے۔ آخرکار پیغمبر خدا صلعم نے ان کو وحی کے مطابق دعوت مباہلہ کی جانب بلایا:

''حق تیرے رب کی طرف سے ہے پس تو جھگڑا کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ پھر اگر کوئی اس کے بعد جو تیرے پاس علم آچکا، اس کے بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ، آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے لوگوں اور تمہارے لوگوں کو بلائیں۔ پھر گڑگڑا کر دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔'' (3:60)

اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے عیسائی وفد کچھ مہلت چاہتا تھا۔ دوسرے دن عبدالمسیح اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آیا۔ اُس نے پیغمبر اسلام کو بتایا کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ اُنہیں فیصلہ منظور نہیں ہے اور وہ ان کے خلاف دعا نہیں کریں گے اور نہ اُن کو اپنے خلاف دعا کرنے کی اجازت دیں گے۔ اس کے پیش نظر ایک صلح نامہ تحریر پایا۔ دونوں فریقوں کو اپنی مرضی کے مطابق مذہبی عقائد پر عمل کرنے کی اجازت دی گئی۔''

قرآن کریم میں آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی مشابہت بیان کی گئی ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں پوری گفتگو تفصیل سے درج کردی ہے کہ رسول کریم صلعم اس کو کس طرح سمجھتے تھے اور اس کی تشریح میں انہوں نے انسان کی زندگی کے دو خصائص کا حوالہ بھی دیا۔ ایک بچے کی مشابہت شکل وصورت میں اس کے باپ کے ساتھ اور دوسری مشابہت بچہ کا حمل میں لینا اور اس کی پیدائش، یہ دونوں خصائص یکساں نوعیت کی ہیں۔ آدم کے ساتھ یہ مثالیں اور مشابہتیں بے معنی ہوتیں اگر یہاں آدم سے مراد بائبل میں آدم کی تخلیق کے حوالے سے ہوتا کیونکہ وہ تو بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوا اور بائبل کی رو سے تو اس کو ماں نے حمل میں ہی نہیں لیا۔'' (''حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر جنت نظیر میں'' اُردو ترجمہ ''جیسس ان ہیون آن ارتھ'' از خواجہ نذیر احمد ص ص ۳۴۳-۳۴۵)

آخری زمانے میں فتنہ دجال اور دابۃ الارض سمیت دیگر نشانیاں اور اسلام کے غلبہ کی پیشگوئیوں کو سمجھنے کے لئے مسیح کی وفات بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت مسیح کا صلیب سے بچ نکلنا اب ایک حقیقت ہے۔ دجال اور دابۃ الارض ایک شخص نہیں۔ یہ مغربی اقوام اور دہشت گرد تنظیمیں ہیں۔ جن کا اصل چہرہ اب پوری طرح ظاہر ہوچکا ہے۔ بانی تحریک احمدیت نے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی وضاحت 19ویں صدی کے شروع میں کردی تھی۔ واقعات نے اس کو ثابت کردیا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مغربی اقوام کا مکمل غلبہ اور

ان کی فتنہ پردازیاں کھل کر سامنے آ گئیں ہیں۔ امت مسلمہ کو تکفیر بازی کو چھوڑ کر امت کی وحدت کو مضبوط کرنے کے لئے ذہنی اور قلمی جہاد کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ میڈیا کے ذریعہ مغرب کا اسلام پر حملوں کا جواب جنگ یا نام نہاد جہاد سے نہیں علمی جہاد سے ہوگا۔

بانی سلسلہ احمدیہ اور اس کی پیدا کردہ تحریک کا یہی موقف رہا ہے اور یہی موقف مسلمانوں میں ایمان اور قوت پیدا کرے گا۔

نجران کے وفد سے رسول اکرم صلعم کی بحث کی تفصیل سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اس میں پیدائش سے لے کر وفات تک کی تمام باتوں سے متعلق سوالات ہوئے اور رسول اکرم صلعم اور عیسائیوں نے جو جوابات دیئے وہ بھی درج ہیں۔ میرے نزدیک وفات مسیح کے بارے میں قرآن مجید کی پیش کردہ آیت اور نجران کے وفد سے رسول اکرم صلعم کی بحث سے زیادہ کسی اور حوالے یا ثبوت کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ یہ بحث رسول خدا صلعم کر رہے ہیں اور ان سے بڑھ کر قرآن مجید کی سمجھ اور تشریح کون کر سکتا ہے۔ حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی سے متعلق بنیادی حقیقت تو کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ اب بھی اس کے انتظار میں رہنا حقائق سے آنکھیں بند کر لینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ کیا مغربی اقوام محض مسیح کی آمد کا انتظار کر رہی ہیں یا ہم سے ہر میدان میں سبقت لینے کے لئے شب و روز مصروف عمل ہیں۔ اسلام کے خلاف شدید پروپیگنڈا اور خفیہ ہتھکنڈوں کا استعمال اور خود مسلمانوں کو ''بے بنیاد خدمات'' کی پاداش میں برباد کرنا کیا ان مغربی اقوام کے ان ناپاک ارادوں کی شروعات نہیں جو مسیح کی آمد ثانی کے حوالے سے عیسائی علماء اور مفکرین کے ذہنوں میں مذہبی جنون کی شکل میں در پردہ کام کر رہی ہے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

☆☆☆☆

ضروری اطلاعات

درخواست مطلوب برائے اقامتی فلیٹس

تمام احباب جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مرکزی انجمن کی طرف سے جماعت کے افراد کے لئے دارالسلام کالونی میں اقامت و رہائش کی غرض سے فلیٹس تعمیر کیے جا رہے ہیں۔ جو احباب جماعت مرکز میں رہائش کے خواہش مند ہوں اور فلیٹس حاصل کرنا چاہیں وہ اس غرض کے لئے جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور سے رابطہ قائم کریں۔

درخواست مطلوب

برائے ''امین'' (اکاؤنٹنٹ)

تمام احباب جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دفتر احمدیہ انجمن لاہور کے مالی معاملات کو سنبھالنے کے لئے ایک عدد ''امین'' کی نشست خالی ہے۔ ایسے احباب جماعت کی درخواستیں مطلوب ہیں جو مالیات کے شعبہ کو بخوبی سمجھتے ہوں اور اس شعبہ سے متعلق ضروری تعلیم سے بھی آراستہ ہوں، ایسے احباب جلد از جلد اپنی درخواستیں سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور کو بمع کوائف ارسال فرمائیں۔

جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

رمضان اور زکوٰۃ

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

میں جملہ برادران وخواہران سلسلہ کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ایک منظم اور زبردست کوشش کی جائے کہ ہمارے مالوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے۔جن مردوں کی نظر سے یہ مضمون گزرے وہ اپنے تعلق والی خواتین کو اگر وہ خواندہ ہیں تو یہ مضمون پڑھنے کے لئے دے دیں اور اگر خواندہ نہیں تو انہیں پڑھ کر سنا دیں۔

زکوٰۃ کیا چیز ہے۔جن لوگوں کے پاس ان کے روزمرہ ضرورتوں سے زائد کوئی مال ہے اور اس مال پر ایک سال گزر چکا ہے۔اس میں سے چالیسواں حصہ غرباء کے فائدہ کے لئے دے دینا۔فرض کیجئے ایک شخص کے پاس دس روٹیاں ہیں اور اس کے ہمسائے کے بچے بھوک سے بیتاب ہیں۔تو کیا یہ انسانیت ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق روٹی کھا کر باقی اپنے ہمسایہ کے بچوں کی جان بچانے کے لئے نہ دے۔یقیناً ایسا انسان سنگدل کہلائے گا۔زکوٰۃ کا منشاء بھی اسی قدر ہے کہ جن لوگوں کے پاس ان کی روزمرہ ضرورت سے زیادہ مال ہے، وہ اس کا چالیسواں حصہ ہر سال کے سال اپنے غریب بھائیوں کو فاقوں سے بچانے کے لئے دے دیں۔حدیث نبویؐ میں زکوٰۃ کی یہی تعریف دی ہے۔تؤخذ من اغنیآئھم وترد الٰی فقرائھم۔غنی وہ ہے جس کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ کچھ ہے۔فرض کرو ایک شخص کے پاس ایک سو روپیہ یا اس قدر مال جمع ہے اور اس پر ایک سال گزر چکا ہے تو یہ اس کی ضرورت سے زائد چیز ہے۔یا ایک خاتون کے پاس ایک سو روپے کا زیور ہے اور اس پر ایک سال گزر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس میں سے اڑھائی روپے بطور زکوٰۃ ادا کر دیئے جائیں۔تا کہ اس سے اس کے غریب بھائیوں اور بہنوں کی پرورش ہو سکے۔

پھر دیکھئے کہ چالیسواں حصہ نکالنے سے باقی مال پاک ہو جاتا ہے۔اس لئے اس کا نام زکوٰۃ رکھا ہے۔یعنی یہ جمع شدہ مال کو پاک کرنے والی چیز ہے۔جمع شدہ مال جو انسان کے پاس پڑا ہے اس کو گویا ایک طرح پر غلاظت قرار دیا ہے۔اسی لئے رؤیا میں غلاظت کی تعبیر مال سے کی جاتی ہے۔یہ ایک حقیقت ہے۔اس لئے کہ جب مال انسان کے پاس جمع ہونا شروع ہو تو اس کا دل اس کی محبت میں گرفتار ہوتا چلا جاتا ہے۔اور مال کی محبت سے یقیناً انسان کا دل ناپاک ہو جاتا ہے۔تو جو چیز انسان کے دل کو ناپاک کر دے وہ خود ناپاک ہے۔اسی لئے مال کے جمع کرنے والوں کو آخرت میں عذاب کی خبر دی ہے فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم (35:9) مگر جب اس مال کا چالیسواں حصہ نکال دیا جائے تو وہی مال پاک ہو جاتا ہے۔کیونکہ ایسے صاحب مال نے یہ ثبوت دے دیا کہ اسے مال سے محبت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ماتحت وہ اپنے مال کو الگ بھی کر سکتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر خاص احسان ہے کہ اسے کتنی آسانی دی ہے کہ صرف چالیسواں حصہ نکال دینے سے گویا اس نے کل مال ہی خدا کی راہ میں دے دیا۔مال کا جمع کرنا یا سرمایہ داری ایک بیماری ہے۔اس بیماری کا علاج اللہ تعالیٰ نے نہایت آسان تجویز کیا ہے۔یعنی یہ کہ صرف چالیسواں حصہ ہر سال کے بعد دے دینے سے وہ بیماری کا رنگ باقی نہیں رہتا۔انسانوں نے جب سرمایہ داری کا علاج تجویز کیا تو انہوں نے یہ قرار دیا کہ کسی کے پاس مال جمع ہی نہ ہو۔بلکہ ہر کمانے والے کا سارا مال لے لو۔یہ وہ علاج ہے جو بالشوزم نے تجویز کیا ہے۔اور دنیا کے ایک بڑے ملک میں جو آج کل گرفتار بلا ہے یہ اصول مروج بھی ہو گیا۔گو اپنے مضرات کی وجہ سے وہ قائم نہیں رہ سکتا۔لیکن خدائی علاج اور انسانی علاج میں کس قدر فرق ہے۔دونوں نے مال کے جمع کرنے کو ایک بیماری قرار دیا۔اللہ تعالیٰ نے آج سے تیرہ سو سال پہلے (اور فی الحقیقت ہر نبیؑ کے ذریعہ سے) یہ بتا دیا تھا کہ مال کا انسان کے پاس جمع ہوتے جانا ایک بیماری ہے۔آخر انسانوں نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کر لیا۔لیکن خدائی علاج کتنا سہل ہے۔صرف

چالیسواں حصہ دے دو تو یہ بیماری دور ہو جاتی ہے۔ انسانی علاج مشکلات سے پُر ہے اور قابل عمل در آمد نہیں۔

اب ہماری قوم جو دنیا میں تبلیغ اسلام کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ جو دنیا کو یہ بتانا چاہتی ہے کہ دنیا کی بیماریوں کا علاج قرآن میں ہے شفآء لما فی الصدور (57:10) تو کیا وہ دنیا کو یہ بتائے گی کہ آپ کی فلاں بیماری کی یہ دوا ہے مگر ہم اسے کبھی استعمال نہیں کرتے پھر اس علاج کو کون درست مانے گا۔ اس لئے ایسا نہ ہو کہ ہم لوگ مونہہ سے تو تبلیغ اسلام کریں اور دلوں سے اسلام کو ہی جھٹلائیں۔ ایسے لوگوں کے کام میں کوئی برکت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہماری جماعت پر یہ فرض دیگر مسلمانوں سے بھی بڑھ کر عائد ہوتا ہے کہ ہم اپنے اموال کی زکوٰۃ ٹھیک چالیسواں حصہ حساب کر کے فوراً نکال دیں۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیں اس کا ثواب اس قدر ہوگا کہ گویا ہم نے سارا مال خدا کی راہ میں دے دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم صرف چالیسواں حصہ کا تھا اور وہ ہم نے پورا کر دیا۔

میں اس جگہ اس غلط فہمی کو بھی دور کرنا چاہتا ہوں کہ اپنی زکوٰۃ کو جس طرح چاہیں خرچ کر لیں۔ چاہیں تو اسی میں سے چندے بھی دے دیں اور برائے نام مجاہد بن جائیں۔ چاہیں تو اسی میں سے دوستوں یاروں کو بھی کھلا دیں۔ چاہیں تو اسی سے سرکار کو بھی خوش کر لیں۔ رشتہ داروں کو بھی خوش کر لیں۔ کسی بھیک منگتے پر بھی احسان کر دیں۔

چندے ضروری ہیں۔ وہ آپ دیں اور ضرور دیں۔ یہ ہماری جماعت کا جہاد ہے۔ زکوٰۃ اور چیز ہے۔ اور جہاد اور چیز ہے۔ دونوں کو ایک مت ٹھہرائیں۔ یہ خدا کے احکام سے ہنسی ہوگی۔ اس لئے زکوٰۃ میں سے چندہ نہ دیں، رشتہ داروں، دوستوں کو خوش کریں۔ مگر اپنے اموال کو خرچ کر کے نہ کہ زکوٰۃ کو، جو فی الحقیقت ایک غلاظت ہے، اور بیت المال میں جمع ہو کر یہ پاک مال بنتا ہے۔ ہاں اس میں سے تیسرا حصہ بیشک اس غرض کے لئے رکھ لیں۔ یہ رسول خدا کی اجازت ہے۔ اس سے بڑھ کر نہیں۔ بھیک منگتوں پر ضرور احسان کریں مگر وہ بھی اسی شرط کے ساتھ۔

ایک بات اور بھی کہنا چاہتا ہوں۔ دوسرے لوگ اپنے طور پر زکوٰۃ خرچ کر لیں تو شائد ان پر چنداں گرفت نہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں نظام کوئی نہیں۔ مگر آپ کی جماعت خدا کے فضل سے منظم ہے۔ آپ کو کوئی حق نہیں کہ زکوٰۃ کو اپنے طور پر خرچ کریں۔ پھر منظم جماعت ہی نہیں۔ یہ مجاہد جماعت ہے۔ یہ تبلیغ کا عظیم الشان جہاد کر رہی ہے، جس سے اس وقت دوسری سب جماعتیں اور دوسرے لوگ لاپروا ہیں اور زکوٰۃ کے مال میں ایک خرچ جہاد فی سبیل اللہ کا بھی ہے۔ یہی نہیں یہ جماعت اس زمانہ کے امام کی، مجدد کی مسیح موعود کی سچی جانشین ہے۔ اس لئے آپ کی زکوٰۃ اس کے بیت المال میں جمع ہونی ضروری ہے تا کہ اس کے ذریعہ یہ جماعت بھی مضبوط ہو اور دین کو دنیا میں پوری قوت سے پہنچا سکے۔ اس کے غریب بھی اپنی روٹی کمانے اور خدا کے راستے میں خرچ کرنے کے قابل ہوں۔ اور ویسے بھی زائد زکوٰۃ تبلیغ دین پر خرچ ہو۔ مسلمانوں میں بھیک منگتے اس قدر ہو گئے ہیں کہ ان کا پیٹ کسی بادشاہ کے خزانوں سے بھی نہیں بھر سکتا۔ اس لئے امام وقت کی جانشین جماعت کو اپنی اپنی زکوٰۃ سپرد کر دو۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ اور امام وقت کے سامنے سر جھکا دو۔

ہاں! رمضان کے آخری عشرہ میں اس مجاہدہ کو سامنے رکھ کر جماعت کے اندر پاکیزگی قلب کی ایک زبردست رو پیدا کر دو۔ زکوٰۃ کے نکالنے کے بغیر ہمارے تمام مجاہدات بیکار ہیں۔ زکوٰۃ کو ادا کر کے ہم رمضان کے مجاہدہ کو دس گنا زیادہ قوی کر سکتے ہیں۔ ہمارے دل اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جائیں گے۔ ہمارے تبلیغ کے کام میں برکت ہوگی اور ہمارے مالوں کے ساتھ ہمارے دل بھی پاک ہو جائیں گے۔ بلکہ خود ہمارے اموال میں بھی اس سے برکت ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ و من اصدق من اللہ قیلا (122:4)

والسلام

خاکسار محمد علی دار السلام۔ ڈلہوزی 13 رمضان

رمضان اوراس کی برکات کے ذکر میں

از: حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''میرے بندو میں تم سے بہت قریب ہوں، کوئی مجھے پکارے میں دُعا کو قبول کرتا ہوں۔''

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''رمضان آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں''۔

یہ ایک حقیقت تھی جس پر ہمارے ہادیؑ اور آپؐ کے صحابہؓ کی زندگیاں گواہ ہیں۔

اور آج یہ ایک قصہ ہے

اس لئے کہ ہمارے دلوں میں خدا کے لئے تڑپ نہیں ہوتی، ہمارے جسم خدا کے آگے گرتے ہیں مگر دل نہیں گرتے اور دُعا دل میں تڑپ پیدا ہونے کا نام ہے۔ آیئے اس رمضان میں ہم لوگوں کے ظلموں پر نہیں اپنے ظلم پر آنسو بہائیں کہ اے خدا ہم نے تیری قدر نہیں کی، تیرے کلام کی قدر نہیں کی، ہم نے تیرے پیغام کو چُھپا کر رکھا ہوا ہے، ہم نہیں چاہتے کہ ہماری زندگیاں تیرے پیغام کو دُنیا میں پہنچانے کے لئے وقف ہوں، نہیں چاہتے کہ ہمارے مال تیرے پیغام کو دُنیا میں پہنچانے میں صرف ہوں۔ کام وہ کرتے ہیں جن پر تیری طرف سے لعنت کی کھلی وعید ہے اور آس یہ لگائے بیٹھے ہیں کہ تیری رحمت کے دروازے ہم پر کھل جائیں۔ منہ سے کہتے ہیں کہ تو ہم سے قریب ہے مگر دل تجھ سے اتنے دُور ہیں کہ اُس سے دُور کوئی چیز نہیں۔ ہمارے ماتھے تیری دہلیز پر ہوتے ہیں جہاں جنت ملنی چاہیے اور دل جمع مالاً وعدده يحسب ان ماله اخلده کا ورد کر رہے ہوتے ہیں۔ زبان پر یہ ہوتا ہے ہم تیرے غلام ہیں انا عبدک اور جو ہمارا مال ہے وہ ہمارا مال نہیں وہ تیرا مال ہے۔

اور دل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ تیرے نام کو دُنیا میں بلند کرنے کے لئے چند کوڑیاں خرچ کرنی پڑیں تو وہ ہمیں پہاڑ نظر آتا ہے اور ہم جھوٹے بہانے بنا کر ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا مال ہم سے جدا نہ ہو۔ اے خدا تو اس جھوٹی زندگی سے ہمیں باہر نکال ہم زمین پر رات کی خاموشی میں ماتھا رکھتے ہیں تو وہاں سے ہمیں یہ آواز آتی ہے کہ: ''تو نے اپنے ریاکاری کے سجدوں سے مجھے ناپاک کر دیا''

بقیہ: رپورٹ دورہ جات وتقریبات یوم مسیح موعودؒ

کے اذہان میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق اُٹھنے والے سوالات کا جواب دینے کی کوشش کی اور اسکے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود کے کارناموں پر روشنی ڈالی۔

محی الدین صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح مقام ومنصب پر روشنی ڈالی اور احمدی ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں ہمارے کندھوں پر آتی ہیں ان کا ذکر کیا۔ آخر پر حضرت امیر قوم نے احباب جماعت اوکاڑہ سے خطاب فرمایا اور جامع برلن کی تعمیر ومرمت کے سلسلے میں اپیل کی جس کے اوپر اوکاڑہ کی غنی جماعت نے دل کھول کر آپ کی اپیل پر لبیک کہا اور ایک کثیر رقم جامع کی مرمت کے لئے دی۔ حضرت امیر قوم نے اوکاڑہ جماعت کے جذبہ خدمت دین کو سراہا اور اوکاڑہ جماعت اور جماعت کے بیماروں کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائی۔ تقریب کے آخر میں مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے بعد وفد نے پروفیسر عزیز احمد صاحب اور جماعت اوکاڑہ کے دیگر احباب سے رخصت کی اجازت چاہی۔

لاہور واپسی پر وفد حضرت امیر کی قیادت میں اوکاڑہ جماعت کے ایک رکن جناب عبدالکریم صاحب کے گھر گیا جہاں پر ان کی خیریت دریافت کی اور جماعت کے مختلف شعبہ جات کے متعلق گفتگو ہوئی۔ حضرت امیر نے عبدالکریم صاحب کے مفید مشوروں کو سراہا۔ نماز عصر کے بعد حضرت امیر قوم اور وفد نے عبدالکریم صاحب سے رخصت لی اور تقریباً 8:30 بجے لاہور واپس پہنچ گئے۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کا دعویٰ مسیحیت

ملک بشیر اللہ خان راسخ (راولپنڈی)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے دعویٰ مجددیت، محدثیت کا ذکر پچھلے شماروں میں آ چکا ہے اب حضرت صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے بارے میں چند حقائق پیش خدمت ہیں۔ آپ کو رویائے صالحہ اور کشوف وغیرہ تو ابتدائی عمر سے شروع ہو گئے تھے۔ کس قدر مکالمات الہیہ کا شرف آپ کو1869-1868ء یعنی صرف 36-35 برس میں حاصل ہو گیا تھا۔ آپ کی پیدائش تمام تر تحقیق، قرائن اور شواہد کے مطابق اور تقویم اور جنتری کے مطابق1250 ہجری بروز جمعہ 13 فروری 1835ء ہے۔ آپ کی والدہ آپ کی پیدائش کو مبارک سمجھتی تھیں۔ فرماتی تھیں ''ہمارے خاندان کے مصیبت کے دن تیری پیدائش سے پھر گئے تھے'' راجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو راجہ نے قادیان اور اس کے ارد گرد کے بعض گاؤں دوبارہ واپس دے دیئے تھے اور اپنے ماتحت ایک معزز فوجی عہدہ بھی دیا تھا جس پر آپ نے خدمات سرانجام دیں۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ جمعہ کے دن صبح کے وقت پیدا ہوئے۔ آپ توام یعنی Twin پیدا ہوئے تھے پہلے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت رکھا گیا جو پیدا ہوتے ہی فوت ہو گئی تھی، اس کے بعد آپ پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش سے متعلق ایک عظیم الشان پیشگوئی شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کی کتاب ''نصوص الحکم'' میں صفحہ 83 پر درج ہے آپؒ لکھتے ہیں:

پیشگوئی:''آپ مولود (بچھف) جو بنی نوع انسان میں پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے اسرار کا حامل ہوگا اور اس کے بعد کوئی ایسا لڑکا اس قسم کا پیدا نہ ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا۔ اس کے ساتھ اس کی بہن پیدا ہوگی جو اس سے پہلے ہوگی اور وہ اس کے بعد پیدا ہوگا اور اس کا سر اپنی بہن کے پاؤں کے پاس ہوگا۔''

آپ کے والد محترم نے آپ کا نام غلام احمد رکھا جو نہایت اسم با مسمیٰ ثابت ہوا یعنی آپ نے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کر دیا اور غلام احمد کے ساتھ قادیانی کا لفظ ملا دیا جائے تو بحساب ابجد (جمل) کے غلام احمد قادیانی کے اعداد تیرہ سو1300 بنتے ہیں۔ بحساب جمل غلام احمد قادیانی تمام حروف کو الگ الگ کر کے لکھیں اور ہر حرف کو عددی قیمت جو مقرر ہے دیں۔

غلام احمد قادیانی

غ۔ل۔ا۔م

1071=40+1+30+100

ا۔ح۔م۔د

53=4+40+8+1

ق۔ا۔د۔ی۔ا۔ن۔ی

176=10+50+1+10+4+1+100

غلام=1071

احمد=53

قادیانی=175

سب اعداد کو جمع کریں 1300=1071+53+176=1300

1300 اعداد بنتے ہیں۔ گویا قدرت نے آپ کے والد سے نام ہی ایسا رکھوایا جس میں یہ اشارہ تھا کہ ہجرت کے1300 سو سال کے بعد تیرھویں صدی کے آخر میں جس مبارک وجود کو خلعتِ مجددیت سے سرفراز ہونا تھا وہ آپ ہی ہیں۔ چنانچہ جب آپ منصب مجددیت پر کھڑے کیے گئے تو جناب الٰہی سے غلام احمد قادیانی کے الفاظ آپ پر الہاماً نازل ہوئے اور ان کے ''اعداد'' کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرائی گئی اسی طرح مسیحت کا لقب پانے پر جناب الٰہی کی طرف سے آپ کو یہ شعر الہام ہوا:

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

گویا قدرت کی طرف سے غلام احمد کو مسیحت کا مقام ملنے میں یہ ظاہر کرنا مقصود

تھا کہ آنحضرت صلعم کا مقام کس قدر وہم وگمان سے بڑھ کر ہے کہ آپ کا غلام مسیح الزمان کے مرتبہ پر فائز ہوسکتا ہے۔ مسیح موعودؑ دشمنان اسلام کوشکست دینے کے لئے اوائل عمر سے کمربستہ تھے اس وقت بدترین دشمنان پر اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فحش اور غلیظ لٹریچر لکھ کر ایک پہاڑ کھڑا کر چکے تھے کہ دجال کا خطاب ان دشمنوں پر سچ مچ صادق آ گیا۔ ان تمام کتب اور لٹریچر کا جو اسلام کے خلاف نکل رہی تھیں آپ مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خود مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''میں سولہ16 سترہ17 برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا ہوں اور ان اعتراضات پر غور کرتا ہوں۔ میں نے اپنی جگہ ان اعتراضات کو جمع کیا ہے۔ جو عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں ان کی تعداد3000 تک پہنچی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور اس سے بڑھ کر ہم کس کو شہادت میں پیش کر سکتے ہیں کہ جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے۔ سولہ یا سترہ برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتب پڑھتا ہوں مگر ایک طرفۃ العین کے لئے بھی ان اعتراضوں نے میرے دل کو متذبذب یا متاثر نہیں کیا اور یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے میں جوں جوں ان کے اعتراضات کو پڑھتا جاتا ہوں۔ اسی قدر ان اعتراضوں کی ذلت میرے دل میں سماتی جاتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت سے دل عطر کے شیشہ کی طرح نظر آتا ہے۔ میں نے یہ بھی غور کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس پاک فعل پر یا قرآن شریف کی جس آیت پر مخالفوں نے اعتراض کیا ہے وہاں ہی حقائق اور حکمت کا ایک خزانہ نظر آیا ہے جو کہ ان بدباطن اور خبیث طینت مخالفوں کو عیب نظر آیا۔''

اس تحریر سے آپ کی معرفت الٰہی اور عشق رسول صلعم کا کمال نظر آتا ہے اور کس قدر ایمان اور علم صحیح اسلام کے متعلق آپ کو جناب الٰہی سے عطا ہوا تھا۔ الغرض ایک طرف آپ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کو دن رات مشاہدہ کرتے اور دوسری طرف مسلمان علماء کی غفلت اور فرقہ بندی اور تکفیر بازی میں انہاک کو ملاحظہ فرماتے تو آپ کا دل اسلام کی بے کسی پر خون ہوجاتا، راتوں کو تہجد میں جناب الٰہی کے حضور گریہ زاری کرتے اور دن کو اگرچہ تن تنہا تھے مگر خدا کے ایک پہلوان کی طرح اسلام کی حمایت میں قلمی ولسانی جہاد کرتے۔ آپ نے مختلف اخبارات میں اسلام کی تائید اور غیر مذاہب کے اعتراضات کی تردید میں مضامین بھیجنے شروع کر دیئے۔

مسیح موعودؑ نے 1888ء کو اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے اور ایک جماعت تیار کرنے کا حکم دیا ہے اس کے متعلق آپ نے اپنا الہام بھی شائع کیا۔ ''بے شک جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں''۔

(الفتح آیت10)

یہ آیت صلح حدیبیہ کے وقت سن 6ہجری میں آنحضرت صلعم پر اس وقت نازل ہوئی تھی جب آپ صلعم صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے تو مکہ معظّمہ کے متصل حدیبیہ کے مقام پر آپ کو پتہ لگا کہ کفار مکہ جنگ کے لئے آمادہ ہیں۔ آپ نے حضرت عثمان غنیؓ کو یہ پیغام دے کر کفار کی طرف بھیجا کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے صرف عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے۔ مگر حضرت عثمانؓ جب واپس نہ آئے تو خبر اُڑی کہ کفار نے حضرت عثمانؓ کو قید کر لیا ہے۔ اس خبر کے سچے ہونے کی صورت میں بلاشبہ کفار کی طرف سے یہ اعلان جنگ تھا اور حالت یہ تھی حضرت محمد صلعم اور صحابہؓ لڑنے کی غرض سے نہ آئے تھے۔ اس لئے اچانک اس لڑائی کے آپڑنے سے مسلمان دشمنوں کے نرغے میں آگئے تھے۔ اسلام پر یہ بہت نازک وقت تھا۔ دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے چاروں طرف سے گھیر کر آنے کو تھا اور مقابلہ کرنے کی سکت جانثاری اور قربانی کا یہ بڑا امتحان تھا۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلعم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحابہؓ سے دین کی خاطر جانثاری کی بیعت لی اور صحابہؓ نے بڑی خوشی اور مستعدی سے اسلام کے لئے قربان ہوجانے کی بیعت کی۔ یہ بیعت جناب الٰہی میں بڑی مقبول ہوئی۔ چنانچہ اس بیعت پر خوشنودی مزاج کی سند نازل ہوئی۔ قرآن کریم کی سورۃ الفتح میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ:''بیشک اللہ راضی ہوگیا ان مومنوں سے جو تیری بیعت کررہے ہیں درخت کے نیچے''۔

ترجمہ:''بے شک جو لوگ تیری بیعت کررہے ہیں وہ اللہ کی بیعت کررہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔''(الفتح آیت10)

یعنی ظاہراً تو بیعت رسول اللہ صلعم کے ہاتھ پر ہورہی تھی مگر درحقیقت یہ عہد خدا سے ہورہا تھا کہ ہم دین کے لئے جان ومال ہر چیز کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

بیعت کی ضرورت

حدیبیہ جیسی نازک حالت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی وارد ہوگئی تھی، چاروں طرف سے اسلام، قرآن اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر آریہ، برہمو، عیسائی، دھریہ دین اسلام کو کچل ڈالنا چاہتے تھے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ہندوستان قادیان میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل اور نائب کے طور پر مسلمانوں سے وہی بیعت جانثاری کی لینے کے لئے اسی آیت کو الہام کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔

ترجمہ: ''جو تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں بیشک وہ خدا کی بیعت کرتے ہیں'' (الفتح آیت 10)۔ تمام احمدی خواتین وحضرات جو بیعت کرتے ہیں وہ خدا کی بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی الہام کے ماتحت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلعم کے جمالی نام پر بیعت لینا شروع کی اور اس بیعت میں بیعت کرنے والے کو کلمہ شہادت پڑھایا جاتا تھا۔ گناہوں سے بچنے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار لیا جاتا تھا۔ مرزا صاحب کے ہاتھ پر صرف مرد حضرات ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے تھے۔ یہ معمولی صوفیوں کی بیعت نہ تھی۔ مستورات کو حضرت صاحب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی اجازت نہ تھی۔ صرف حضرت صاحب کے ساتھ ساتھ منہ سے الفاظ دھرانے پڑتے تھے، البتہ کوئی شخص دور ہو اور حاضر نہ ہو سکے تو بذریعہ تحریر بھی بیعت کر سکتا تھا۔ بیعت کے انہی الفاظ کو دھرانا پڑتا تھا یا کم از کم مفہوم ان الفاظ کا اپنے ذہن میں رکھ کر تحریر بھیجا کرتے تھے۔ 10 شرائط بیعت جن سے سب احمدی آگاہ ہیں۔ 8 شرائط کا خلاصہ ''دین کو دنیا پر مقدم کروں گا'' ہے جس کا آپ زبانی عہد اپنے ہاتھ پر بیعت کے وقت لیا کرتے تھے۔

نویں شرط: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔ 10 ویں شرط: اس عاجز یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے عقد اخوت للہ باقرار طاعت درمعروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیاوی رشتوں اور تعلقات اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہوں۔

بیعت لینے کا اعلان

حضرت مرزا صاحب کو بیعت لینے کا حکم یکم دسمبر 1888ء کو ہوا تھا۔ مگر سب سے پہلے 1889ء کے شروع میں لدھیانہ کے مقام پر حسب وعدہ حکیم مولوی نور الدینؓ کی بیعت لی۔ آپ کے بعد میر عباس علی صاحب اور پھر مختلف دوستوں نے بیعت کی۔ بیعت اکیلے اکیلے آدمی سے تنہائی میں لی جاتی تھی۔

بیعت کرنے کا فیض

حکیم مولوی نور الدینؓ کی مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے پہلے ایک خوبصورت اور معرفت سے لبریز گفتگو کا حال حکیم مولوی نور الدینؓ فرماتے ہیں:

''جب میں حضرت اقدس مرزا صاحب کی بیعت کرنے لگا تو عرض کیا کہ میں مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبد الغنی صاحب کی صحبت میں رہ کر اُن سے علم دین پڑھا کرتا تھا۔ وہ بہت بڑے عالم اور کمال کے صوفی تھے۔ ہندوستان کے رہنے والے تھے مگر ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے نقشبندی خاندان میں بیعت لیا کرتے تھے بہت لوگ ان کی بیعت کیا کرتے تھے، میرا بھی کئی دفعہ ان کی بیعت کرنے کو دل چاہا مگر دل رُک جاتا رہا۔ یہی خیال آتا کہ بیعت کا فائدہ کیا ہے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کر ہی دیا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ انہیں کچھ تعجب سا ہوا پھر انہوں نے ہاتھ بڑھایا میں نے بھی ہاتھ آگے بڑھایا مگر میں پھر رُک گیا میں نے کہا مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ بیعت کا فائدہ کیا ہوگا؟ فرمانے لگے:

قال بہ حال مبدّل گردد
وشنید بہ دید مبدّل گردد

ترجمہ: ''یہ جو علم پڑھتے ہو بطور حال وارد ہو جائے گا اور جو کچھ سنتے ہو آنکھوں سے دیکھ لو گے۔''

میں نے عرض کیا میری بیعت لے لیں۔ فرمانے لگے ایک شرط کے ساتھ بیعت لیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میرے پاس کافی عرصہ ٹھہرو۔ میں نے یہ شرط منظور کر لی اور میری بیعت ہوگئی۔ اور میں کافی عرصہ ان کی خدمت میں ٹھہرا اور پھر جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا وہ سب باتیں پوری ہوئیں۔

اب آپ (مرزا صاحب) کی بیعت کا فیض کیا ہوگا؟ حضرت مرزا صاحب

یہ واقعہ سن کر ہنس پڑے۔ فرمانے لگے کہ میری بیعت سے دید بہ شنید مبدل گرد دھو جائے گا۔

ترجمہ: ''جو کچھ دیکھتے ہو سننے میں تبدیل ہو جائے گا''۔ میں نے کہا آپ میری بیعت لے لیں چنانچہ بیعت ہوگئی پھر واقعی ایسا ہوا کہ آپ کے فیض سے صرف شنید (سننے) پر اتنا زبردست ایمان ہوگیا کہ کسی دید کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ بغیر دیکھے ہوئے محض سننے سے ایسا ایمان اور یقین دین کی باتوں پر پیدا ہو جاتا تھا کہ کسی دید کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی تھی۔ جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ''اگر سب پردے اُٹھ جائیں تب میرا ایمان جس مقام پر پہنچ چکا ہے اس پر پردوں کے اٹھنے سے کوئی زیادتی (اضافہ) نہیں ہوسکتی۔'' گویا یہ یقین کے اس اعلیٰ مقام کو ظاہر کرتا ہے جو بغیر دید (دیکھنے) کے ہی ایک عارف کو حاصل ہوتا ہے۔

اعلان بیعت کے بعد جوق در جوق لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ الہام 1890ء میں یہ خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا موعود آپ ہی ہیں جس کا ذکر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے اور اب تا قیامت آسمان سے کوئی بھی آنے والا نہیں۔ الہام کے الفاظ یہ تھے:

''مسیح ابن مریم فوت ہو گیا و جعلناک المسیح ابن مریم''

آپ کو اس سے قبل بذریعہ کشوف والہامات یہ اچھی طرح منکشف ہو چکا تھا کہ آپ روحانیت میں مسیح ابن مریم سے بدرجہ اتم مشابہت رکھتے ہیں چنانچہ اس اشتہار جس میں مجددیت کا دعویٰ کیا تھا۔ روحانی طور پر آپ کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہت رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب مجدد صد چہاردہم و محدث و موعود کی مشابہت مسیح ابن مریم سے کوئی انوکھی بات نہیں ہے بلکہ یہ ایسی ہی مشابہت ہے جو 1300 سال سے اس امت میں اکابر اولیاء کو مختلف انبیاء سے ہوتی آئی ہے کیونکہ ہر ایک ولی کسی نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: ترجمہ: ''میری امت کے علماء (یعنی علماء ربانی) بنی اسرائیل کے نبیوں سے مشابہت رکھیں گے''

جیسا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے حضرت علی کو ہارون علیہ السلام سے مماثلت دیتے ہوئے فرمایا کہ ''تو مجھ سے ایسا ہے جیسے ہارون موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد نبی نہیں۔''

اور جیسا کہ کنزل العمال جلد 6 صفحہ 193 میں ابن عسا کر حضرت انسؓ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

جس قدر انبیاء گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی نظیر یعنی مثیل میری اُمت میں سے ضرور ہوتا ہے چنانچہ ابوبکرؓ حضرت ابراہیمؑ کا مثیل ہے اور عمر فاروقؓ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہے اور عثمانؓ حضرت ہارونؑ کا مثیل ہے اور علی ابی طالبؓ میرا (یعنی نبی کریم صلعم) مثیل ہے۔ اور جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا چاہے وہ ابوذر غفاریؓ کو دیکھ لے۔

اس قسم کی اور بھی کئی احادیث نبویؐ ہیں۔

13 ویں صدی کے مجدد حضرت شیخ احمد مجدد سرہندی اپنے مکتوب کی جلد اول صفحہ 251 میں فارسی میں تحریر فرماتے ہیں۔ فارسی کے الفاظ کا اُردو ترجمہ یہ ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ ولایت کے پہلو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور دعوت کے لحاظ سے جو نبوت کا مقام ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین دونوں پہلوؤں سے حضرت نوح علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت امیر یعنی حضرت علیؓ دونوں پہلوؤں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔

تذکرۃ الاولیاء کتاب میں حضرت بایزید بسطامی جو اپنے وقت کے ولی عصر تھے اُن کی فارسی زبان میں تحریر کا ترجمہ ہے:

''یعنی لوگوں نے کہا اللہ عزوجل کے ایسے بندے بھی دنیا میں ہوتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل رکھتے ہیں اس پر حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا'' وہ سب میں ہی ہوں'' (تذکرۃ الاولیاء صفحہ 156)

حضرت امام الکاملین خواجہ محمد ناصری اپنی کتاب ''نالۂ عندلیب جلد اول صفحہ 243 پر فرماتے ہیں۔ فارسی تحریر کا اُردو ترجمہ ہے:

''یعنی اُمت محمدیہ میں کامل واکمل اولیاء ہوئے ہیں اگرچہ یہ اعتبار سلوک باطن ارو بہ لحاظ طریقت اُن میں سے کوئی آدم راہ مشرب کوئی نوح مشرب کوئی ابراہیم علیہ السلام مشرب اور کوئی داؤد علیہ السلام مشرب اور کوئی یعقوب علیہ السلام مشرب اور کوئی موسیٰ علیہ السلام مشرب اور کوئی عیسیٰ علیہ السلام مشرب اور کوئی محمد صلعم مشرب تھا۔''

اہل حدیث کے سرتاج اور اہل حدیث کے پیشوا تیرھویں صدی کے مجدد سید احمد بریلوی صاحب کی شان میں اُن کے مرید کتاب نجم الثاقب جلد دوم میں یہ قصیدہ مدحیہ لکھتے ہیں:

امئے ناخواندہ باعالماں	اے عجب در بحث وتکرار آمدہ
یوسفؑ از کنعان بہ مصر آمد کنوں	عالمے او را خریدار آمدہ
از پئے احیائے موتی عیسیٰؑ دم	در جہاں اینک پدیدار آمدہ
سوئے یثرب احمدؐ از غار ثور	از پئے تعلیم انصار آمدہ
یا علی مرتضیٰؓ باذوالفقار	از برائے قتل کفار آمدہ
یا کہ حسن المجتبیٰ با حسن وخلق	شمع بزم آرائے ابرار آمدہ
خلق راسوئے شہادت رہنموں	چوں حسینؓ ایں نور ابصار آمدہ
ہمچو زین العابدینؒ آں شاہ دین	عابداں را میر وسردار آمدہ
ہچو باقرؒ بحر ذخار علوم	بہر تلمیذ آن نمودار آمدہ
سید احمد امت آں جعفر است	ہر کہ زین جعفرؒ بہ انکار آمدہ
کاظم الغیظ است وموسیٰ زمان	ہالک فرعون واشرار آمدہ
ہم تقی وہم نقی است آں امام	وارث ابرار واخیار آمدہ

ان اشعار میں دیکھئے مجدد تیرھویں صدی حضرت سید احمد بریلوی صاحب کو یوسف علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت دی ہے۔ پھر مجاز اور استعارہ کے طور پر آپ مجدد تیرھویں صدی کو حضرت علیؓ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت امام زین العابدینؒ، حضرت امام باقر، حضرت امام جعفرؒ اور حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام تقی اور حضرت امام نقی سبھی کچھ تو کہہ دیا۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کے قصیدہ سے ایک شعر

سید احمد باہمہ اصحاب خود روزی رسید
باصحابہ گوئی آمد باز ختم المرسلین

یہاں حضرت سید احمد صاحب کو مجازاً ختم المرسلین اور آپ کے اصحاب کو صحابہ اکرام کہہ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب اُس مماثلت اور مشابہت کی وجہ سے ہے جو اولیاء کو انبیاء سے ہوتی ہے۔ وہ انبیاء نہیں ہوتے مگر انبیاء کا رنگ انہیں دیا جاتا ہے۔ (جاری ہے)

اہلاً وسہلاً ومرحبا اے ماہِ صیام

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روزہ ڈھال ہے، روزہ گناہوں اور جہنم سے بچاؤ کا باعث ہے، جب انسان روزہ سے ہو تو چاہیے کہ فحش باتوں، لڑائی جھگڑے یا گھر میں چیخنے چلانے سے اجتناب کرے۔ روزہ دار کے منہ کی خوشبو کو اللہ تعالیٰ نے مشک کی خوشبو سے تشبیہہ دی ہے۔

یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ اللہ کی رحمت ہے۔ درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہلاکت ہو اس شخص کی جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے اُن کی دُعا پر کہا۔ آمین (حدیث نبوی)

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام ''ریان'' ہے اس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ (بخاری شریف)

ماہ رمضان المبارک کی تقدیس وعظمت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کریم نے اہل عالم کی فلاح ونجات کے نسخوں (الہامی کتب) کے نزول کے لئے ماہ صیام ہی کو منتخب کیا۔

مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان ایام برکت ورحمت اور ماہ رشد وہدایت کو غنیمت سمجھا اور زیادہ سے زیادہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کی۔ جب رمضان کی آخری رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ روزہ داروں کو شرفِ قبولیت بخشتے ان کی بخشش اور مغفرت کا حکم صادر فرماتے ہیں۔

علم تصوف کی رو سے کشف کی حقیقت

احمد فراز (ملتان)

لغت میں کشف پردہ اٹھانے کو کہتے ہیں۔اصطلاح صوفیاء میں اُمور غیبی اور معانی حقیقی پر سے حجابات کا اٹھنا اور حقیقتِ ورائے حجاب پر وجوداً اور شہوداً اطلاع پانا کشف ہے۔اس کی دوقسمیں ہیں(۱): کشف صوری (۲): کشف معنوی۔

(۱): کشف صوری کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ خواب میں جو معاملات بندہ کے ساتھ پیش آویں وہ بیداری میں بھی اس کے ساتھ پیش آنے لگیں۔کشف صوری میں بالعموم خواس خمسہ عالم مثال میں صورتوں کا ادراک کرتے ہیں۔یہ ادراک کبھی مشاہدہ کے طور پر ہوتا ہے جیسے اہل کشف انوار روحانی اور ارواح کی صورتوں کو متجسّد دیکھتے ہیں۔کبھی بطور سماع ہوتا ہے۔جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کو جو آپ پر نازل ہوتی تھی مسلسل کلام کی صورت میں سنتے تھے اور گھنٹی کی سی آواز اور بھنبھاہٹ میں اسے پاتے تھے کبھی وہ کشف نفحات الٰہی اور شائم ربانی کو سونگھنے کے طور پر ہوتا ہے۔جیسے کہ حدیث پاک میں ہے کہ تمہارے دہر کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے نفحات اور خوشبوئیں ہیں۔ہوشیار رہو اور ان کو لو اور دریافت کرو' یا اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

''میں نفس رحمان کو یمن کی جانب پاتا ہوں'' کبھی وہ کشف بطور ملامست کے ہوتا ہے اور ملامست سے دو نور یا دو اجسام کا آپس میں ملنا مراد ہے۔''

جیسے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

میں نے حق سبحانہ کو بہت ہی اچھی اور خوبصورت شکل میں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''محمدؐ'' ملاء اعلیٰ کس چیز میں جھگڑے ہیں۔میں نے دوبارہ کہا کہ: ربی انت اعلم'' اے میرے پروردگار تو ہی خوب جانتا ہے۔پھر حق تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی کو میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ لیا اور میرے سینے میں اس ہاتھ کی خنکی ظاہر ہوئی پھر میں نے آسمان و زمین کی سب چیزوں کو جان لیا پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا۔

ترجمہ:'' اور اسی طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیم کو بادشاہی آسمان کی اور زمینوں کی تاکہ ہووے وہ یقین لانے والوں میں ہے''

کبھی وہ کشف بطریق ذائقہ کے ہوتا ہے جیسے کوئی شخص مختلف اقسام کے کھانوں کو دیکھتا ہے یا دیکھتا بھی ہے اور کھاتا بھی ہے تو اسے معانی غیبیہ پر اطلاع ہوتی ہے۔

''جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو دودھ پیتے دیکھا یہاں تک کہ سیری میرے ناخنوں سے ظاہر ہوئی۔پھر میں نے اپنا اُلش عمر کو دیا پھر میں نے اس کی تعبیر علم سے کی۔''

کبھی اقسام متذکرہ بالا میں سے چند اقسام کی صورتیں آپس میں ایک ہی وقت میں پیش آتی ہیں۔یہ جملہ اقسام تجلیات اسماء سے ہیں کیونکہ شہود حق تعالیٰ کے اسم بصیر کی تجلی ہے۔سماع اسم سمیع کی تجلی ہے۔ولی ھذا القیاس اور یہ جملہ تجلیات اسم علیم کے آستانہ سے ہیں یعنی اسم علیم کا فیضان جو بصیر و بصیرت کے ذریعے پہنچتا ہے وہ شہود ہے جو سمیع کے ذریعے سے پہنچتا ہے وہ سماع ہے وعلی ھذا القیاس۔

کشف کونی یعنی کشف صوری کی وہ انواع جن سے معدنیات دنیوی پر اطلاع یابی ہوتی ہے۔خلاف شعرع لوگوں کے لئے استدراج بن جاتی ہے، مجاہدات و ریاضتوں کے سبب سے جوگیوں اور راہبوں وغیرہ کو اس نوع کا کشف ہونے لگتا ہے۔اہل سلوک ایسی باتوں کی طرف التفات نہیں کرتے کیونکہ ان کی ہمت عالی ہوتی ہے اور امور دنیوی پر نہیں ٹھہرتی۔وہ حقیر اور بے کار چیزوں کی دریافت پر تضیع اوقات نہیں کرتے بلکہ ان قوتوں سے آخرت کا کام لیتے ہیں۔آخرت ہی کے متعلق امور دریافت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔بعض حضرات تو ایسے اولوالعزم اور عالی ہمت ہوتے ہیں اور اتنا بلند نصب العین رکھتے ہیں کہ امور اُخروی

ظہور کرتے ہیں۔اس کے بعد بھی چند مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ قوت فکر یہ میں معانی بغیر ترکیب وترتیب مقدمات اور بغیر قیاسات سے کام لیتے ہوئے خود بخود ظاہر ہوتے ہیں بلکہ ذہن مطالب سے مبادی کی جانب منتقل ہوتا ہے۔ پھر یہ معانی قوت عاملہ میں ظہور کرتے ہیں اور قوت عاقلہ مقدمات وقیاسات کو استعمال کرتی ہے۔

روح میں ایک قوت خاص ہے جسے نور قدس کہتے ہیں۔جسم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔کشف معنوی اس نور کی چمک سے ہوتا ہے۔قوت فکر یہ کو چونکہ جسم سے تعلق ہے نور قدس کے لئے یہ قوت حجاب بن جاتی ہے اور معانی غیبیہ کی بجلی کو نہیں دیکھنے دیتی۔

فتوح کی دو قسمیں ہیں۔(۱): فتح فی النفس (۲): فتح فی الروح

فتح فی النفس میں علم تام عقلاً ونقلاً حاصل ہوتا ہے۔فتح فی الروح میں وجدان سے علم حاصل ہوتا ہے نہ کہ عقل ونقل سے۔نور قدس کی چمک سے جس کشف معنوی کا ورود ہوتا ہے وہ جب قلب کے مرتبہ میں ظاہر ہوتو اسے الہام کہتے ہیں۔ اگر معانی غیبی ہیں تو الہام ہے اور ارواح مجرد یا اعیاب ثابتہ ہیں، تو مشاہدہ قلبی ہے۔اگر یہ کشف روح کے مرتبہ میں ظاہر ہوتو شہود روحی ہے۔یہ شہود مثل آفتاب کے ہے جو آسمان وزمین یعنی روح وجسم کو روشن کردیتا ہے۔نور قدس بذاتہ یعنی بغیر کسی واسطہ کے اپنی اصلی استعداد کے مطابق معانی غیبیہ کو اللہ تعالیٰ سے اخذ کرتا ہے اور اپنے ماتحتوں یعنی قلب اور قوائے روحانی وجسمانی پر ان کا فیضان کرتا ہے جس طرح کہ سالکوں کے مقامات ومراتب واستعدادات میں تفاوت ہوتا ہے۔

اسی طرح کشف کی نوعیت ومدارج واجمال وتفصیل ووسعت ومحدودیت و الہام واظہار وغیرہ میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔کشف کبھی غلط نہیں ہوا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے سمجھنے میں کسی سے کبھی کوئی غلطی واقع ہوجائے۔کشف سے مراد یہ ہوتی ہے کہ صاحب کشف کو بعض امور خاص پر اطلاع ہوجاوے نہ یہ کہ کل امور اس پر ظاہر ہوجاویں۔اسی بنا پر حضور علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ فرمادو:

''میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا'' (الاحقاف آیت 9)

یعنی حجاب کی تصریح کردو تاکہ کوئی مغالطہ نہ رہے۔

بقیہ برلین رپورٹ ماہ اپریل 2017ء

قرآن پاک کا ہسپانوی زبان میں نسخہ انہیں پیش کیا گیا۔

برلن مسجد کے دستاویزات کو کمپیوٹر پر محفوظ کیا جائے گا

24 اپریل: یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ مسجد میں موجود پرانے اور اہم دستاویزات اور کتب وغیرہ کو کمپیوٹرائز کیا جائے۔بفضل باری تعالیٰ ڈاکٹر گارڈین جونکر جو کہ ایک معروف سکالر اور محقق ہیں اور جنہوں نے مسجد میں موجود کتب اور رسالوں پر تقریباً ایک سال لگا کر اس کا تحریری ریکارڈ تیار کیا ہے انہوں نے ایک ہندوستانی عالم ڈاکٹر ڈیس رزاق خان کی توجہ اس طرف دلائی۔وہ چونکہ اس قسم کے کاموں میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے برلن مسجد کے دستاویزات، کتب، رسالے اور خطوط وغیرہ کو کمپیوٹر پر منتقل کرنے کے کام کا آغاز کردیا ہے۔یہ ہندوستانی ڈاکٹر ''جرمن میں دستاویزات جدید ہندوستان کے بارے میں'' ریسرچ کررہا ہے۔ڈاکٹر گارڈین جونکر اور ڈاکٹر رزاق دونوں 4 اپریل کو مسجد میں تشریف لائے اور لائبریری کے ریکارڈ پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ پہلے مرحلے میں مسجد کی لائبریری ترتیب دی جائے گی اور تمام دستاویزات کو سکینگ کے مراحل سے گزارا جائے گا۔بعدازاں پیشہ ور صاحبان کی مدد سے جانچ پڑتال کے بعد کمپیوٹر کے ذریعہ اس تمام ذخیرہ کو نیشنل آرکاویوز، جرمنی کے ساتھ منسلک کردیا جائے گا۔

یہ سب حضرت امیر کی کاوشوں اور آپ سب کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کی یورپ میں علمی اور تبلیغی تاریخ محفوظ ہونے کا سامان پیدا ہوگیا ہے جو مستقبل کے محققین کے لئے نہایت مفید اور مددگار بھی ثابت ہوگا انشاء اللہ۔

آسٹریلیا سے بین المذاہب کے ماہرین کا دورہ برلن مسجد

30 اپریل: 20 کے قریب بین المذاہب کے آسٹریلین ماہرین ڈاکٹر گارڈین جونکر کے ہمراہ برلین مسجد تشریف لائے۔وفد کی خاص دلچسپی مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان باہم افہام وتفہیم کی ترویج تھا۔ڈاکٹر جونکر اس قسم کے سیمینار میں حصہ لیتی رہتی ہیں۔انہوں نے وفد کو برلن مسجد کی تاریخ بالخصوص یورپ میں اسلام پھیلانے میں مسجد کے اہم کردار کے بارے میں مفصل آگاہ کیا۔بعدازاں امام مسجد کے ساتھ سوال وجواب کا سلسلہ ہوا۔ جو خاصہ دلچسپ رہا اور انہیں کتابچے بھی دیئے گئے۔

حضرت مرزا صاحب نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا

ثمینہ ملک (وزیر آباد)

سکوت چھایا ہے انسانیت کی قدروں پر

یہی ہے موقع اظہار آ ؤ سچ بولیں

کیا خوب کہا گیا ہے ''تصنیف را مصنف نکو کند بیاں'' کہ کسی تحریر کے معنی اور مفہوم کو اس کا لکھنے والا ہی بہتر طور پر جان سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ کے متعلق اپنی کتابوں میں بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے ہمیشہ دعویٰ نبوت کی نفی کی ہے اور اس کی تردید میں ہی لکھا ہے۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مخالفین نے ان پر بے جا اور بے بنیاد الزام لگائے اور کہا کہ آپ نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ فتاویٰ احمدیہ میں آپ کی یہ تحریر موجود ہے کہ ''یقیناً یاد رکھو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے۔ آپ نے فرمایا ہمارا مدعا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف رسول اللہ کی نبوت قائم کی جائے۔ جو ابدالاباد کے لئے خدا نے قائم کی ہے''۔ بہت سے ایسے حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں لیکن میں صرف ایک حوالہ پر ہی اکتفا کرتی ہوں اس کے بعد کسی قسم کی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ آپ نے جامع مسجد دہلی میں فرمایا ''میرا مذہب وہی ہے جو دیگر اہل سنت جماعت کا مذہب ہے۔ میں مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں'' آپ نے دہلی ہی میں ایک اشتہار شائع کیا کہ ''میں سیدنا و مولانا حضرت محمد ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب و کافر جانتا ہوں اور میری اس تحریر پر ہر شخص گواہ رہے اور خداوند تعالیٰ شاہد ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلاتا ہے''۔ کیا ایسا بیان دینے والے کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ اس نے بالمقابل نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

ایک سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی تحریرات میں نبی کا لفظ کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کا جواب آپ نے ایک سائل کو دیا جو کہ آپ کے اپنے مکتوب میں موجود ہے اور جو اخبار الحکم میں شائع ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ''خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن پاک اور آنحضرت صلعم پر ختم کردیا ہے۔ وہ شخص غلطی کرتا ہے جو میرے الہام میں لفظ نبی سے حقیقی نبوت اور رسالت مراد لیتا ہے۔ دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیے۔ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں ہے بلکہ رسول کے لفظ سے اس قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا ہو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کو معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں لانے چاہئیں اور دلی ایمان سے یہ سمجھنا چاہیے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی ہے، ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں، ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے۔ کوئی اس کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہی خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا۔''

یہ وہ عقیدہ ہے جو حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی مسلم علماء و اکابرین جماعت کا رہا اور ہے۔اس کے خلاف اگر کوئی آپ کے دعویٰ کے بارے میں کہتا ہے تو وہ ہم پر حجت نہیں اور حضرت مرزا صاحب نے تو بڑے واشگاف الفاظ میں دعویٰ نبوت کی تردید کی ہے۔آپ نے ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں لکھا ہے'' **جاہل سمجھتے ہیں کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے**'' اور حقیقت الوحی میں آپ فرماتے ہیں ''**پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔حالانکہ یہ انکا سراسر افتراء ہے۔**''

اب ایک اور بات کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتی ہوں کہ آپ کی تحریروں میں ظلی نبی اور رسول کے الفاظ ہیں۔سو واضح ہو کہ ظلی نبوت، نبوت نہیں ہوتی۔ بادشاہوں کو ظل اللہ کہتے ہیں۔کیا بادشاہ اللہ بن جاتے ہیں۔ظل اور بروز صوفیاء کی اصطلاحیں ہیں۔اور ان سے کسی قسم کی نبوت مراد نہیں بلکہ فنافی اللہ اور فنافی الرسول کا مقام ہے۔اور بزرگان دین نے ایسی اصطلاحیں استعمال کی ہیں بلکہ اولیاء اللہ نے تو حضرت مرزا صاحب سے بہت بڑھ کر ایسے الفاظ اپنی نسبت کہے ہیں جو کھلے طور پر دعویٰ الوہیت ظاہر کرتے ہیں۔

من خدائم ،من خدائم من خدا کہنے والے بھی گزرے ہیں۔منصور نے انا الحق کہا تھا۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے بھی انا الحق کا دعویٰ کیا تھا،حضرت بایزید بسطامیؒ نے کہا

نیست درجبہ ام الاّ خدا

تو چہ جوئی در زمین و آسمان

خدا تو میرے جبے میں ہے تو اسے زمین و آسمان میں کہاں ڈھونڈتا ہے اور آپ نے کہا میرا نشان محمد صلعم کے نشان سے اونچا ہے۔حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے کہا میں ہی وہ واحد اور فرد کبیر بذات خود ہوں اور خدا کے ملک درحقیقت میری ملکیت ہیں۔کیا ان سب کو خدا کے مدعی قرار دیں گے۔ان پر کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ان بزرگوں کا تو بہت احترام کیا جاتا ہے اور ساری امت ان کی عقیدت مند ہے۔دراصل یہ مقام جذب ہے جس میں دوئی کی حالت نہیں ہوتی اور مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:

''اس مقام پر تابع اور متبوع کے ساتھ اس طور مشابہت ہوتی ہے کہ تابع اور متبوع کا امتیاز زائل ہو جاتا ہے گویا دونوں ایک ہی چشمے سے پیتے ہیں۔حضرت مرزا صاحب نے تو ایسے الفاظ استعمال نہیں کیے بلکہ استعارہ، ظل اور بروز کے الفاظ سے آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کا ہی اقرار کیا ہے اور وضاحت کی کہ یہ ان کا ذاتی کمال نہیں بلکہ یہ سب فیض حضرت نبی کریم صلعم کی متابعت کا ہی ہے اور آپ نے ان الفاظ کو صرف اپنے لئے محسوس نہیں کیا بلکہ آپ تمام اولیاء کرام کو بھی اس زمرے میں شامل کرتے ہیں۔اگر ان الفاظ کو فنافی الرسول کے مقام کے علاوہ کوئی مقام دیا جائے تو پھر تمام اولیاء کرام بھی اسی سلوک کے مستحق ٹھہرتے ہیں جو اس مجدد کے ساتھ ہوا ہے۔تو یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ہاں آپ نے مجدد ہونے کا دعویٰ ضرور کیا۔آپ نے حقیقت الوحی مطبوعہ 1907ء میں لکھا کہ ''**میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعویٰ کیا اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعویٰ پر 25 برس گزر گئے اور اب تک زندہ ہوں اور میں ہی وہ شخص ہوں جس نے عیسائیوں اور دوسری قوموں کو خدا کے نشانوں کے ساتھ ملزم کیا۔میں جب تک میرے اس دعویٰ کے مقابل پر ایسی صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعویٰ ثابت کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔**''

ان تمام عبارات سے ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی رہا ہے اور آپ تادم وفات اسی دعویٰ پر قائم رہے اور آپ نے تجدید دین کا حق ادا کر دیا اور ایسا فقید المثال کام تبلیغ اسلام کے لئے کیا کہ اغیار بھی خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو گئے۔کیا بناوٹ سے ایسے کام ہو سکتے ہیں اور کیا بناوٹ اتنی دیر تک چل سکتی ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد بھی 100 سال سے اوپر ہونے کو آئے ہیں اور آپ کی قائم کردہ جماعت اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے اور قربانی اور ایثار کے وہ نمونے دیکھا رہی ہے جن کی نظیر کوئی اور جماعت پیش کرنے سے قاصر ہے۔آپ نے فرمایا: ''**جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا عنقریب وہ مرنے کے بعد شرمندہ ہوگا۔**'' اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور اس سلسلہ سے وابستگی اور استقامت بخشے۔(آمین)

ارشد علوی

داغِ ہجرت

(حضرت مسیح موعودؑ کا وہ الہام جو حضرت مولانا محمد علیؒ کی سربراہی میں جماعت لاہور کے قیام سے پورا ہوا)

حضرت اقدسؑ کو الہام ہو چکا تھا ''داغِ ہجرت'' اس لیے آپ کو بار بار یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ نہ معلوم کس وقت قادیان چھوڑنا پڑے۔ اس لیئے جماعت کو جب بھی تکلیف میں دیکھتے تو خیال ہوتا کہ شائید یہی وہ موقع ہو جب قادیان سے ہجرت کرنی پڑے۔ حضرت اقدسؑ کی اہلیہ کی طبیعت علیل رہتی تھی اس لیئے انہوں نے بھی تبدیلئی آب وہوا کے لیئے لاہور چلنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے استخارہ کیا تو 26 اپریل 1908 کی صبح کو 4 بجے یہ مصرعہ الہام ہوا۔

''مباش ایمن از بازئی روزگار''

آپ کو اس الہام سے تشویش ہوئی کیونکہ اس میں خطرہ کی خبر تھی۔ مگر ممانعت نہ تھی اور بیوی صاحبہ کو بھی لاہور جانے کی خواہش تھی۔ اس لیے آپ 27 اپریل کو قادیان سے لاہور روانہ ہو گئے۔ لاہور جا کر آپ کو دوسرا فقرہ الہام ہوا۔

''مکن تکیہ برعمر ناپائیدار''

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مامور کو اپنے ہاں جلد بُلا رہا ہے۔ کسے علم تھا کہ آپ جو لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ اب واپس قادیان تشریف نہیں لا سکیں گے۔ اور آپ کا الہام ''داغِ ہجرت'' اس رنگ میں پورا ہونے کو ہے۔ لیکن علمِ الٰہی میں تو یہ وقت روحانی طور پر آپ کی وفات کے چھ برس بعد پیش آنے والا تھا اور حالات و واقعات نے ثابت کر دیا کہ فی الحقیقت یہی وہ وقت تھا جو الہام کے تقاضے پورے کر رہا تھا۔ صاحبِ نظر و صاحبِ بصیرت حضرات آج بھی اس الہام کے مفہوم اور منشاء کو سامنے رکھ کر ان واقعات پر غور کریں جو 1914 میں حضرت اقدس کی وفات کے چھ سال بعد معرضِ وجود میں آئے۔ تو ان پر واضع ہو جائے گا کہ یہی وقت الہام کے لیے کم و کاست پورا ہونے کا وقت ہے۔ اس کی تفصیلات پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کا یہ الہام حضرت مولانا محمد علیؒ کے ذریعے پورا ہوا۔ جب آپ کی وفات کے چھ برس بعد آپ کا تبلیغ و خدمت اِسلام کا مشن لاہور آ گیا۔ جس طرح قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں جو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھوں میں دیکھی تھیں۔ وہ حضرت عمرؓ (رسولِ اکرمؐ کے دوسرے جانشین) کے ہاتھوں میں آئیں۔ اور یوں یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ اسی طرح ''داغِ ہجرت'' کا الہام حضرت مولانا محمد علیؒ (مسیح وقت کے دوسرے جانشین) کے ذریعے پورا ہوا۔ جب وہ قادیان سے ہجرت کر کے لاہور چلے آئے۔ دراصل اِس الہام کا مطلب یہی تھا کہ آپ کی یہ ہجرت روحانی طور پر ہوگی۔ یعنی آپ کا تبلیغ واشاعتِ اِسلام کا مشن قادیان سے ہجرت کر جائے گا۔ جیسا کہ وقوع میں آیا۔ اور آپ کا تبلیغ واشاعتِ اِسلام کا کام قادیان سے لاہور میں منتقل ہوا۔

''لاہور احمدیہ بلڈنگس میں آپ کا وصال اور آپ کے جسدِ مبارک کی قادیان کو واپسی جنابِ الٰہی سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ حضرتِ مجددِ وقت کی رُوح کے رفع الی اللہ کا مقام لاہور احمدیہ بلڈنگس ہے اور جسمِ بے جاں کا مقام کا قادیان ہے۔ گویا آپ کی رُوح لاہور کے مقدر میں آئی اور جسم جماعت قادیان کے''۔ شاید اسی لئے فرمایا ہے کہ: **''لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں''**

حضرت مولانا محمد علیؒ کی قیادت میں جماعت لاہور کا قیام اور اس کے ذریعے حضرت اقدسؑ کے مشن کی تکمیل اظہر من الشّمس ہے۔ انگریزی ترجمۃ القرآن اور حضرت اقدسؑ کے علمِ کلام کو حضرت مولانا مرحوم نے سب سے پہلے انگریزی زبان میں منتقل کر کے اقوامِ عالم میں مامور من اللہ اور اُن کے مشن سے روشناس کیا۔ اور پھر اس لٹریچر کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کروا کر دُنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ اسلام پر اس قدر لٹریچر جس کا اعتراف دُنیا کے مُفکرین کو آج بھی ہے۔ حضرت اقدسؑ کے کشف کہ وہ لندن میں سفید پرندے پکڑ رہے ہیں۔ اسی صحت مند لٹریچر کی بدولت پورا ہُوا۔ جو حضرت مولانا محمد علیؒ نے پیدا کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت لاہور کا قیام بذریعہ مولانا محمد علیؒ صاحب عمل میں آنا عین منشاء خُداوندی کے مُطابق ہے۔ اور آپ ہی حضرت اقدسؑ کے دوسرے جانشین قرار پاتے ہیں۔ جنہوں نے الہام ''داغِ ہجرت'' اور امام وقت کے مشن کو تمام وکمال بدرجہ اُتم پورا کیا۔

رپورٹ ''اندرون ملک دورہ جات وتقریبات یوم مسیح موعودؒ ''

فضل حق (اسسٹنٹ سیکرٹری)

مورخہ 4 مئی 2017ء بروز جمعرات بوقت 3 بجے سہ پہر ایک وفد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں اسلام آباد اور پشاور کے لئے روانہ ہوا۔ وفد میں جنرل سیکرٹری محترم شکیل ہمایوں صاحب اور عاجز (اسسٹنٹ سیکرٹری) شامل تھے۔ وفد رات تقریباً 8:30 بجے اسلام آباد طاہر صادق صاحب کے گھر پہنچا جہاں پر طاہر صادق صاحب کے دونوں بیٹوں فخر صادق صاحب اور افضل صادق صاحب نے حضرت امیر اور وفد کے دوسرے ارکان کا والہانہ انداز میں استقبال کیا۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وفد طاہر صادق صاحب کی والدہ کی عیادت کے لئے ان کے دوسرے بیٹے نجیب صادق صاحب کے گھر گیا۔ حضرت امیر اور وفد کا استقبال جناب نجیب صادق صاحب اور اہل خانہ نے کیا۔ جہاں پر حضرت امیر نے ان کی والدہ کی خیر وعافیت معلوم کی اور ان کی صحت یابی کے لئے دعا کی گئی۔ حضرت امیر قوم کا نجیب صادق صاحب کے گھر والوں سے کافی دیر گفتگو وشنید کا سلسلہ جاری رہا۔ گفتگو کا مرکزی نقطہ جماعت احمدیہ لاہور کی اہمیت اور جماعت بندی تھی۔ اسی اثناء میں جاوید صادق صاحب تشریف لے آئے اور انہوں نے حضرت امیر اور ان کے وفد کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ رات کے کھانا کے بعد وفد طاہر صادق صاحب کے گھر واپس آ گیا۔ جہاں پر طاہر صادق صاحب جو کہ اپنے گاؤں چیڑاں (مانسہرہ) گئے ہوئے تھے۔ حضرت امیر اور وفد کا سُن کر واپس اپنے گھر آ گئے تھے۔ انہوں نے حضرت امیر کا اور ان کے وفد کو خوش آمدید کہا۔

مورخہ 5 مئی بروز جمعہ نماز فجر اور ناشتہ کے بعد حضرت امیر کی قیادت میں وفد اسلام آباد سے پشاور کے لئے روانہ ہوا۔ اسلام آباد سے جناب طاہر صادق صاحب اور ٹیکسلا سے جناب اختر علی صاحب بھی ہمارے ساتھ ہمسفر تھے۔

وفد تقریباً 11:30 بجے پشاور مسجد پہنچا۔ جہاں پشاور جماعت کے سیکرٹری سید عبد اللطیف صاحب مجلس معتمدین کے ممبر جناب ڈاکٹر مختار احمد صاحب، شیراز احمد صاحب اور ہمارے واعظ طیب اسلام صاحب اور دیگر ممبران نے حضرت امیر اور وفد کا والہانہ استقبال کیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک حضرت امیر اور وفد نے پشاور جماعت کے ممبران سے جماعت کی تقویت، حضرت اقدس کی بعثت کی غرض اور دیگر موضوعات پر بات چیت کی۔ اسی اثناء میں نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا خطبہ دیا جس میں انہوں نے سورہ البقرہ کی پہلی پانچ آیات پر روشنی ڈالی اور خطبہ میں ہی حضرت امیر نے جامع برلن کی تعمیر کے لئے اپیل بھی کی۔ نماز جمعہ کے بعد پشاور جماعت والوں نے اپنی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے حضرت امیر اور ان کے وفد کی مہمان نوازی کی۔

ظہرانہ کے بعد حضرت امیر نے جو اپیل خطبہ جمعہ میں برلن مسجد کے لئے کی تھی لوگوں نے حضرت امیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے برلن فنڈ کے لئے عطیات دینا شروع کئے۔ سہ پہر تقریباً 3:30 وفد حضرت امیر کی قیادت میں سفید ڈھیری کے لئے روانہ ہوا۔ جہاں پر حضرت امیر اور ان کے وفد کا استقبال کرنے کے لئے جناب لیاقت علی صاحب، ظہور احمد صاحب اور فرمان علی صاحب اور دیگر احباب انتظار کر رہے تھے۔

سفید ڈھیری میں مقیم جماعت احمدیہ کے احباب سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت امیر نے جہاں جماعت بندی کا درس دیا وہاں برلن مسجد کی تعمیر کے لئے اپیل بھی کی۔ سفید ڈھیری کے لوگوں نے بھی دل کھول کر برلن مسجد کے لئے عطیات دیئے۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد سفید ڈھیری سے رخصت ہو کر وفد سردار علی خان صاحب کے گھر گیا۔ جہاں سردار علی خان صاحب اور ان کے پوتوں نے حضرت امیر اور وفد کا پُرتپاک استقبال کیا اور حضرت امیر نے وہاں پر بھی برلن مسجد کی تعمیر کے لئے اپیل کی۔ اس اپیل کے نتیجہ میں جناب سردار علی خان صاحب کی زوجہ محترمہ اور ان کے بیٹے جناب گوہر علی صاحب نے دل کھول کر عطیہ دیا۔ عشائیہ کے بعد تقریباً 9:00 بجے وفد جناب سردار علی خان کے گھر سے واپس اسلام آباد کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں ٹیکسلا کے مقام پر اختر علی صاحب جو کہ وفد کا حصہ تھے ان کو ڈراپ کیا گیا اور باقی لوگ حضرت امیر کی قیادت میں رات 12:00 بجے طاہر صادق صاحب کے گھر پہنچے اور وہاں رات گزاری۔

مورخہ 6 مئی 2017 بروز ہفتہ کو جنرل سیکرٹری صاحب اور خاکسار راولپنڈی مسجد تشریف لے گئے۔ جہاں پر جنرل سیکرٹری صاحب نے واعظ حافظ انس حمید صاحب سے ملاقات کی، اور مسجد اور جماعت کی دیگر اثاثہ جات کی تفصیلاً معلومات حاصل کی۔ اگلے دن چونکہ راولپنڈی جماعت میں یومِ مسیح موعود کی تقریب منعقد تھی۔ جس کی وجہ سے جنرل سیکرٹری صاحب نے کھنہ جماعت کے دیگر ممبران کے علاوہ بشیر اللہ خان راسخ صاحب کو جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی۔ شام تقریباً 5:00 بجے راولپنڈی/اسلام آباد جماعت کے صدر طاہر صادق صاحب کی آنکھ کا لیزر اپریشن ہونا تھا۔ حضرت امیر اور ان کا وفد طاہر صادق صاحب کے ہمراہ ہسپتال گیا، جہاں پر حضرت امیر نے لیزر اپریشن ہونے سے پہلے طاہر صادق صاحب کے لئے دعا کروائی۔

مورخہ 7 مئی بروز اتوار بوقت 11:00 بجے حضرت امیر اپنے وفد کے ہمراہ راولپنڈی مسجد میں تشریف لے گئے ۔ جہاں پر راولپنڈی جماعت نے حضرت اقدس مسیح موعود کی یاد میں ایک تقریب "یومِ مسیح موعود" کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ حضرت امیر اپنے وفد کے ہمراہ مسجد پہنچے جہاں پر راولپنڈی جماعت کے سیکرٹری حمود الرحمٰن صاحب، ملک اعزاز الٰہی صاحب، جناب نسیم حیات صاحب اور دیگر راولپنڈی جماعت کے ممبران نے حضرت امیر اور ان کے وفد کا والہانہ انداز میں استقبال کیا۔

کچھ دیر بعد یومِ مسیح موعود کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے لاہور مرکز سے آفتاب احمد صاحب (صدر شبان الاحمدیہ) کی قیادت میں ایک وفد جو کہ 16 افراد پر مشتمل تھا راولپنڈی مسجد پہنچا۔ اس کے علاوہ پشاور، سفید ڈھیری، ٹیکسلا اور کھنہ جماعت کے ممبران جلسہ یومِ مسیح موعود میں شامل ہونے کے لئے راولپنڈی تشریف لائے۔ یومِ مسیح موعود کی تقریب کا آغاز 11:15 بجے صاحبزادہ ہارون صاحب کی تلاوت و ترجمہ سے کیا گیا۔ بعد میں راولپنڈی جماعت کے چند بچوں نے تقاریر اور منظوم کلام سے مسیح موعود کی تقریب کو چار چاند لگا دیئے۔ بچوں کی تقاریر اور منظوم کلام کے بعد مقررین جن میں قاری ارشد محمود صاحب، محی الدین صاحب اور عاجز نے حضرت اقدس کی حیات مبارکہ اور ان کے متعلق مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا۔

تقریب کے اختتام پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تقریر فرمائی جس میں انہوں نے سورہ جمعہ کی آیات میں سے "آخرین منھم" کے متعلق فرمایا کہ حضرت محمد صلعم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔ یعنی بعد میں آنے والے لوگ بھی آنحضرت صلعم کی نبوت سے فیض یاب ہوتے رہیں گے اور رجل فارس کے مفہوم کو بیان کیا اور دعا فرمائی۔

ظہرانے کے بعد وفد حضرت امیر کی قیادت میں واپس لاہور کے لئے روانہ ہو گیا۔

مورخہ 13 مئی 2017ء بروز ہفتہ بمقام لاہور ''یوم مسیح موعودؑ'' کی تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ تقریب میں تلاوت قرآن مجید، ملفوظات مسیح موعودؑ اور منظوم کلام کی ذمہ داری اطفال الاحمدیہ کے بچوں نے سرانجام دی۔

مقررین میں انوار احمد صاحب، خالد بٹ صاحب، طاہر صادق صاحب شامل تھے۔ اس تقریب میں مقررین نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی، آپؑ کے مشن اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کے دفاع کے سلسلہ میں حضرت صاحبؒ کی خدمات کا تذکرہ کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے بتایا کہ فتنہ عیسائیت کا مقابلہ اگر عالم اسلام میں سے کسی نے ڈٹ کر کیا تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی تھے جنہوں نے نہ صرف خود ادیان باطلہ کا مقابلہ کیا بلکہ ایک جماعت بھی تیار کر دی جس نے مغربی اقوام کے ہاں اسلام کا روشن چہرہ واضح کر دیا۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے بڑے موثر انداز میں حضرت صاحبؒ کے تعلق باللہ، عشق رسولؐ اور ان کی پاکبازی اور تقویٰ پر روشنی ڈالی اور حضرت صاحب کی نصائح میں سے جماعت کو نصیحتیں کیں اور جماعت کی ترقی و فلاح کے لئے درد دل سے دعا فرمائی۔

تقریب کے اختتام پر شاملین مجلس کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

19 مئی 2017ء بروز جمعہ کو اوکاڑہ میں ''یوم مسیح موعود'' کے سلسلہ میں ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا تھا۔ جس میں شمولیت کی غرض سے کثیر تعداد میں مرکز سے افراد جماعت نے شرکت کی ۔ اس تقریب میں خصوصی طور پر حضرت امیر قوم اور جنرل سیکرٹری صاحب نے شرکت کی۔ حضرت امیر قوم نے جامع اوکاڑہ میں جمعہ کا خطبہ دیا جس میں انہوں نے حسنات دنیوی و اُخروی کے حصول کے ذرائع بیان فرمائے۔ نماز جمعہ کے بعد تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم چوہدری منور احمد صاحب نے سرانجام دیئے۔ انہوں نے آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور چودھویں صدی کے مجدد کے مقام اور کام پر روشنی ڈالی اور مسیح موعود کے زمانہ کے حالات کا جائزہ پیش کیا۔

مقررین میں اس بندہ عاجز اور محترم محی الدین صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جس میں عاجز نے نوجوانوں (بقیہ صفحہ نمبر 18)

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ اپریل 2017ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام برلین مسجد)

اسٹیج ڈرامہ کی فلم بندی

11 اپریل: جرمنی کے ایک معروف تھیٹر کے اداکاروں اور ہدایت کاروں نے اپنا تمام دن ایک اسٹیج پلے کی تیاری میں برلن مسجد میں گزارا۔ ان کے ڈرامہ کا موضوع ''شام کے ایک خوبصورت شہر الیپو میں جنگ کے بعد اس کے رنگین مستقبل اور شامی مہاجرین'' تھا۔ زیادہ تر فنکاروں کا تعلق شام سے تھا۔ اپنی نوعیت کا یہ ایک منفرد تصور ہے۔ ڈرامہ کی نمائش کے موقع پر امام مسجد برلین کو بھی مدعو کیا جائے گا۔

محکمہ تحفظ برائے تاریخی عمارات کے افسران سے ملاقات

12 اپریل: مذکورہ بالا ادارہ سے محکمہ تعمیرات اور آثار قدیمہ کے افسران نے برلین مسجد کا دورہ کیا۔ امام مسجد برلین نے انہیں مسجد کے متعلق ایک جامع رپورٹ پیش کی۔ بعد ازاں مشن ہاؤس میں چائے کے دوران سیر حاصل بحث ہوئی۔ ملاقات کے بعد افسران کی جانب سے مسجد کی تعمیر کے کام کے لئے مختص رقم ادا کرنے کی منظوری دی گئی۔

ایسٹر کی تقریبات میں شمولیت

16 اپریل: اس روز مسیحی برادری کا مذہبی تہوار ایسٹر منایا گیا اور امام مسجد برلین کو ڈنمارک کے چرچ کی جانب سے مدعو کیا گیا۔ عامر عزیز صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور کی نمائندگی کرتے ہوئے کیک کے ساتھ تقریب میں شمولیت کی۔ کھانے کی مرکزی میز پر مسجد کی تصویر کے ساتھ پیش کردہ کیک کو بھی سجا کر رکھا گیا۔ چرچ کے پادری اور انتظامیہ نے امام صاحب کا انتہائی شکریہ ادا کیا۔

ترکی کے طلباء کی برلن مسجد میں آمد

19 اپریل: 39 طلباء نے 4 عدد رہنماؤں کے ہمراہ مسجد کا دورہ کیا۔ طلباء کو اسلام، جماعت احمدیہ لاہور اور مسجد کی تاریخ کے متعلق ایک تفصیلی رپورٹ پیش کی گئی اور مسجد کے متعلق کتابچے بھی دیئے گئے۔

مشن ہاؤس میں بین المذاہب پروگرام

20 اپریل: امام ہاؤس میں HWP کی تنظیم کی جانب سے مباحثہ کا پروگرام رکھا گیا۔ امام مسجد برلین نے اسلام اور جماعت احمدیہ لاہور کا نقطہ نظر پیش کیا جو از حد سراہا گیا۔

''جرائم کی دنیا'' سے متعلق تنظیم کے ممبران کا دورہ

اس وفد نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ حسب معمول مسجد کی تاریخ اور سرگرمیوں کے تعارف کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ ہوا اور شرکاء میں کتابچے تقسیم کیے گئے۔

پیرو، جنوبی امریکہ کے فوٹوگرافر نے انٹرویو لیا

22 اپریل: پیرو، جنوبی امریکہ کے ایک فوٹوگرافر نے امام مسجد برلین کا 2 گھنٹہ کا انٹرویو ریکارڈ کیا۔ جرمنی کی مشہور یونیورسٹی ہن اوور کی جانب سے فوٹو گرافر کو مسجد کے امام اور مسجد کی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک رپورٹ تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ انہوں نے برلن مسجد کا انتخاب کیا۔ ان کو مفصل معلومات حاصل کرنے کے لئے کئی مرتبہ مسجد تشریف لانا ہوگا۔ جمعہ کے خطبہ اور نماز میں ان کی خاص دلچسپی ہے۔ (بقیہ صفحہ نمبر 26)

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

دِل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی

دُنیا کی حرص و آز میں کیا کُچھ نہ کرتے ہیں
نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں

زر سے پیار کرتے ہیں اور دِل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں

جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں
کیا کیا نہ اُن کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں

پر اُن کو اُس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں
آنکھیں نہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں

اُن کے طریق و دَھرم میں گو لاکھ ہو فساد
کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد

پر تب بھی مانتے ہیں اُسی کو بہر سبب
کیا حال کر دیا ہے تعصّب نے، ہے غضب

دِل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی
ترک اس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی

اے غافلاں وفا نہ کند ایں سرائے خام
دُنیائے دُوں نماند و نماند بہ کس مدام

(درثمین ص9)